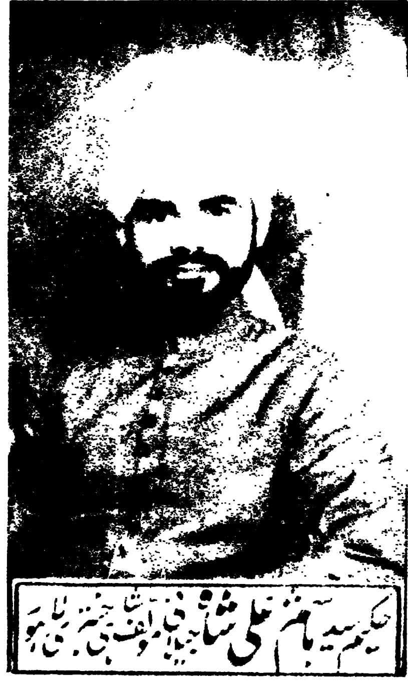
تصوف ۲۸۶

# گنجینہ معارف



المشتہر صاحبزادہ سید جعفر حسین شاہ باقر حسین شاہ گیلانی
مالکان جعفریہ بک ایجنسی نمبر ۲۲۲ فیض باغ لاہور





۷۸۶

میں نے حق تصنیف کتاب "گنجینۂ معارف" کا حکیم سید ہاشم علی شاہ صاحب جیلانی مدظلہٗ کو ہبہ کیا ہے، میرا یا کسی اور کا اس کتاب کے نفع و تجارت میں کوئی حصہ یا تعلق نہیں ہے۔ (از سید ذوالفقار علی بقلم خود)

بِسْمِ اللّٰہِ وَ بِاللّٰہِ وَمِنَ اللّٰہِ وَ اِلَی اللّٰہِ وَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَ عَلٰی مِلَّۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ

# گنجینۂ معارف

یعنی

# آغاز و انجام حصہ اوّل

من تالیفات عالیجناب شمس الواعظین رئیس الحفاظ والقرار مولانا حافظ سید ذوالفقار علی شاہ صاحب قبلہ آفتاب پنجاب جلالپور جٹاں

حسب فرمائش

عالیجناب حکیم سید ہاشم علی شاہ صاحب قبلہ جیلانی مؤلف شاہی جنتری فیض باغ لاہور

اشتہار

صاحبزادہ سید جعفر حسین شاہ نمبردار باقر حسین شاہ جیلانی مالکان جعفریہ بک ایجنسی ۲۲۳۶ فیض باغ لاہور

برائے کواپریٹو کیپیٹل پرنٹنگ پریس طبع ملبہ نمت ہوری میں باہتمام ... الدین پرنٹر چھپا۔

(وی پی پانچ جلد سے کم نہ ہوگا لہٰذا دو روپے کے ٹکٹ بھیجکر منگائیے) قیمت دو آنے

۱۱۰۷۲

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ وَصَلِّ عَلٰی جَمِیْعِ الْاَنْبِیَاءِ
وَالْمُرْسَلِیْنَ وَالْمَلَائِکَۃِ وَالْمُؤْمِنِیْنَ وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ

اَمَّا بَعْد رحم اللہ امرأً اخذ لنفسہ واستعد لرمسہ وعلم من این
وفی این والی این۔ اے عزیز تو نے پوچھا ہے تو سُن۔ لوگوں نے شیخ کبیر سے پوچھا
کہ مِنَ الْاَیْنَ اِلَی الْاَیْنَ کہاں سے کہاں تک۔ شیخ نے جواب دیا مِنَ الْعِلْمِ اِلَی الْاَیْنَ
علم سے کہاں تک۔ **علم انسان کی فطرت و نہاد میں ہے**۔ وَمَا اُوْتِیْتُمْ پ ۱۵
مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا۔ اور تمہیں نہیں دیا گیا علم مگر بہت تھوڑا۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو
خارج سے اخذ نہ کرسکتا۔ تعلیم و تعلم اُس پردہ کو ہٹا دیتے ہیں جو کسی وجہ سے اُس پر
پڑ جاتا ہے۔ عالم ربانی علی مرتضیٰ فرماتے ہیں کہ علم نہ تو آسمان پہ ہے کہ تم پر نازل ہو۔ اور
نہ زمین کے تحول میں ہے کہ تمہارے لئے نکل آئے۔ علم تمہاری آفرینش ہی سے تمہارے
دلوں میں رکھا گیا ہے۔ روحانیوں کے آداب اختیار کرو تو تمہارے لئے ظاہر ہو جائے۔
اِتَّقُوا اللّٰہَ لِعَلِّمُکُمْ۔ بچہ پیدا ہوتے ہی پستان۔ دہن میں لے کر چوسنے لگتا ہے۔ پ ۳
اگر وہ ایسا نہ کرے تو دودھ اُس کے منہ میں نہیں جا سکتا۔ ذرا اُس سے پوچھو کہ یہ اُسے
کس نے سکھا دیا۔ یا وہ کہاں سے سیکھ آیا۔ فَاَلْھَمَھَا فُجُوْرَھَا وَتَقْوٰھَا۔ پھر اُسکو پ ۳۰
اس کے ضرر و نفع سے کس نے آگاہ کر دیا۔ اگر کسی سے پوچھو کہ تم کو کس نے پیدا کیا۔ تو وہ
بلا تامل کہہ دیگا کہ خدا نے۔ وَلَئِنْ سَاَلْتَھُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَ
رْضَ لَیَقُوْلُنَّ اللّٰہُ۔ اور اگر تو ان سے پوچھے کہ کس نے آسمانوں اور زمین کو

پیدا کیا تو وہ ضرور کہتے ہیں کہ خدا نے۔ اے عزیز ہر وہ کہ جس سے تعبیر کیا جاتا ممکن ہے یا موجود و ثابت ہے اور یا معدوم و منفی۔ اور بقول حکمائے موجود و معدوم یا تو خارجی ہوگا اور یا خارجی و ذہنی دونوں۔ اور ہر وہ کہ جس سے تعبیر کیا جانا ممکن ہے یا تو اُس کا وجود واجب ہے یا اُس کا عدم واجب ہے۔ اور یا نہ اُس کا وجود واجب ہے نہ عدم۔ جس کا وجود واجب ہے وہ **واجب الوجود** ہے۔ اور جس کی عدم واجب ہے وہ **ممتنع الوجود** ہے۔ اور اُسے محال و مستحیل بھی کہتے ہیں۔ اور جس کا نہ وجود واجب ہے نہ عدم وہ **ممکن الوجود** ہے۔ واجب کا وجود اگر غیر سے ہے تو وہ واجب عن غیرہ اور ممکن لذاتہ ہے۔ اور ممتنع کا امتناع اگر غیر سے ہے تو وہ ممتنع عن غیرہ ہے۔ اور جو مفید وجودِ غیر ہو اُسے **موجد یا علت** کہتے ہیں۔ اور وہ غیر **موجد یا معلول** کہلاتا ہے۔ اور ممکن لذاتہ اپنے وجود و عدم دونو طرف میں متساوی النسبت ہے۔ پس اگر اُس کا موجد ہوگا تو وہ موجود ہو جائیگا۔ ورنہ اپنی حالتِ عدم پر باقی رہیگا۔ اور اُس کے موجد کی عدم علتِ عدم ہوئیگی۔ جو کچھ بھی کہ تصور میں آسکتا ہے اگر اُس کا تصور اِس کے بغیر ممکن ہے کہ وہ کسی غیر کے ساتھ ہو تو وہ **ذات** ورنہ **صفت** ہے۔ جس موجود کے لئے اوّل ہے اور اُس کے موجود ہونے سے پہلے اُس کا وجود نہ تھا تو وہ **محدث**۔ اور جس وجود کے لئے اوّل نہیں وہ **قدیم و ازلی** ہے۔ تقدم کی قسمیں ہیں **تقدم بالذات** جیسے کہ تقدم موجد بر موجد **تقدم بالطبع** جیسے کہ تقدم یک بر دو۔ **تقدم بالزمان** جیسے کہ تقدم ماضی بر حال۔ **تقدم بالشرف** جیسے کہ تقدم اوستاد بر شاگرد۔ **تقدم بالوضع** جیسے کہ تقدم اقرب بر ابعد متکلمین نے ایک قسم اور بھی اضافہ کی ہے **تقدم بالرتبہ** جیسے کہ تقدم دیروز بر امروز۔ ہر ممکن جو قائم بذاتہ ہو یعنے اپنے آپ قائم ہو وہ **جوہر** ہے۔ جیسے انسان۔ اور جو قائم بغیرہ ہو وہ **عرض**

جیسے کہ حرکت عرض کا نام ہے۔ یہ **حال** ہے اور اُس غیر کا نام **محل** ہے۔ متکلمین نے اعراض کے اٹھائیس۲۸ انواع گنے ہیں۔ مگر حکمائے کے نزدیک اجناس اعراض نو۹ ہیں۔ کیف کم۔ این متی۔ وضع۔ ملک۔ فعل۔ انفعال۔ مضاف۔ ان کے ساتھ ساتھ جوہر دسواں مطلقاً ہے۔ اور ان۱۰ سو کو **مقولات عشر** کہتے ہیں۔ اور یہ شامل ہیں جمیع ممکنات کو۔ موجودات متماثلہ ہونگی۔ یا متضادہ یا متخالفہ **متماثلہ** جیسے کہ دو سفیدیاں جو سفیدی میں ایک سی ہوں **متضادہ** وہ اعراض ہیں جو ہوں تو ایک ہی جنس سے مگر ایک محل میں وقت واحد میں جمع نہ ہو سکیں۔ جیسے کہ الوان یعنے رنگ۔ کہ وہی رنگ سفید بھی ہو۔ سیاہ بھی ہو۔ زرد بھی ہو۔ سُرخ بھی ہو وغیرہ۔ اور حکمائے نے یہ بھی زیادہ کیا ہے کہ ان میں غایت البعد ہو جو نہ متماثلہ ہوں نہ متضادہ **متخالفہ** ہونگی۔ **تقابل** کی چار وجہیں ہیں۔ ایک تضاد۔ دوسری تقابل درمیان اثبات ونفی۔ تیسری بالملکۃ والعدم جیسے کہ بینائی اور کوری۔ چوتھی تقابل بالتضائف جیسے کہ البوۃ و بنوۃ یعنے والدیت و ولدیت۔ اگر معلول بالواسطہ یا بے واسطہ اپنی علت کے لئے علت ہو تو اُسے **دور** کہتے ہیں اور اس حیثیت سے متاخر باوجودیکہ متاخر ہے اپنے متقدم پہ متقدم ٹھیرتا ہے۔ اور تسلسل متکلمین کے نزدیک باطل مطلق ہے۔ اور بالجملہ ہر **عدد** جو فرض کیا جائے وہ متناہی ہے۔ کیونکہ ہر عدد جو فرض کیا جائے جب اُس میں سے کچھ کم کیا جائے گا تو قلت کو قبول کریگا۔ اور جب اُس پر کچھ زیادہ کیا جائے گا تو کثرت کو قبول کرے گا۔ اور ہر وہ جو قلت و کثرت کو قبول کرے۔ متناہی ہے۔

اے عزیز تمام **عالم** یعنے سوائے خدا کے جو کچھ ہے سب متغیر ہے۔ اور ہر متغیر حادث ہے پس تمام عالم حادث ہے۔ وجود حوادث ظاہر ہے۔ پس کوئی جسم حوادث سے خالی نہیں۔ حوادث بھی حادث ہیں۔ اور جو کوئی حوادث سے خالی نہیں حادث ہے۔ اور جو حادث

ہے وہ ازلی نہیں۔ کوئی جسم ازلی نہیں کیونکہ یا تو وہ اوّلاً متحرک ہوگا یا ساکن۔ اور حرکت بعد سکون ہوگی یا سکون بعد حرکت۔ بہرِ دو صورت ممکن ٹھیرے۔ اور ممکن ازلی ہو نہیں سکتا۔ ماسوائے واجب جو کچھ ہے ممکن ہے۔ اور ہر ممکن محدث۔ پس ماسوائے واجب جو کچھ ہے محدث ہے۔ خواہ وہ جسم ہو یا جوہر یا عرض یا غیر ذالک۔ ہر ممکن اپنے وجود میں محتاجِ مُوجِد ہے اور ناممکن ہے کہ مُوجِد کو اُس کا وجود ایجاد کر سکے۔ کیونکہ ایجادِ موجود اور تحصیلِ حاصل محال ہے۔ اور اس سے لازم آتا ہے اسے ایسا حال ایجاد کرے کہ جس کا اپنا ہی وجود نہیں ہے۔ پھر اس کا وجود بلاشک کے اپنے وجود کے مسبوق ہوگا۔ اور یہ اُس کا حدوث ہے۔ اور ضروری ہے کہ ہر محدث ایسے محدث کا محتاج ہے کہ جو اُسے ایجاد میں لائے۔ ثابت ہوا کہ تمام عالم خواہ اجسام ہوں یا اعراض یا غیر ذلک سب ممکنات سے ہیں۔ اور محدث ہیں۔ وہو المطلوب۔ حکماء نے موجودات کی دو قسمیں کی ہیں۔ واجب اور ممکن۔ ممکن اپنے وجود میں موثر موجد کا محتاج ہے۔ پس اگر اس کا موجد واجب ہے تو ثابت ہوا کہ وجود میں صرف واجب الوجود ہی لذاتہ ہے۔ اگر مُوجِد ممکن ہے تو دوسرے مُوجِد کا محتاج ہے۔ اور اس میں ویسی ہی کلام باقی رہتی ہے جیسی کہ اُس کے موثر میں۔ اور ایسا دور محال اور تسلسل باطل اور اگر مان لیجئے کہ موجد ممکن ہے تو کہا جائیگا کہ جمیع ممکنات موجود ممکن ہیں۔ کیونکہ ممکن بدوں اپنے افراد کے حاصل نہیں ہو سکتا۔ اور اُسکے افراد اُس کے غیر ہیں۔ پھر جو اس میں موثر ہے وہ جائز نہیں کہ اُس کا اپنا آپ ہو۔ اور یہ بھی جائز نہیں کہ اس میں داخل ہو۔ کیونکہ اپنے آپ میں اور اپنی علل میں داخل نہیں ہو سکتا۔ پس تمام عالم میں موثر نہیں ہو سکتا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ تمام عالم کا موثر کوئی اور ہے۔ اور جمیع ممکنات سے خارج ہے۔ اور جب وہ ممکن نہیں ہے تو واجب ہے۔ پس وجودِ واجب الوجود

لذاتہ ضروری ہے۔ اور وہی جمیع ممکنات کا موثر و موجد ہے۔ وہو المطلوب۔ واجب الوجود واحد ہے
احد ہے۔ اُس کی وحدت حقیقی ہے نہ وحدت بمقابلۂ کثرت۔ وہی الہ ہے۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا
اللّٰہُ۔ لَوْ کَانَ فِیْہِمَآ اٰلِہَۃٌ اِلَّا اللّٰہُ لَفَسَدَتَا رپ ۱۷۔ اگر اللہ کے سوائے
کوئی اور معبود ہوتا تو آسمان و زمین و جمیع ممکنات سب کے سب خراب ہو جاتے۔

ع دو پادشاہ در اقلیمے نگنجند۔ اے عزیز **معرفت کے معنی ہیں** اِدْرَاکُ
الشَّیْءِ بِتَفَکُّرٍ وَّ تَدَبُّرٍ لِاَثَرِہٖ وَالْعِلْمُ اِدْرَاکُ الشَّیْءِ بِحَقِیْقَتِہٖ
فیقال فلانٌ یعرف اللہ ولا یقال فلان یعلم اللہ۔ آثار شئ میں تفکر و
تدبر سے ادراک شئ کا نام معرفت۔ اور حقیقت الشئ کے ذریعہ سے ادراک شئے کا نام
علم۔ بولا جاتا ہے کہ فلاں خدا کو پہچانتا ہے۔ اور یہ نہیں کہتے ہیں کہ فلاں خدا کو جانتا ہے۔
وَعَلَی الْاَعْرَافِ رِجَالٌ یَّعْرِفُوْنَ کُلًّا بِسِیْمٰہُمْ رپ ۸۔ اور اعراف
پر مرد ہیں جو پہچانتے ہیں سب کو انکی علامات سے۔ وَلَوْ نَشَآءُ لَاَرَیْنٰکَہُمْ
فَلَعَرَفْتَہُمْ بِسِیْمٰہُمْ وَلَتَعْرِفَنَّہُمْ فِیْ لَحْنِ الْقَوْلِ رپ ۲۶۔ اگر ہم چاہتے
تو دکھا دیتے تجھے منافقین کو پس تو اُنہیں علامات سے پہچان لیتا۔ اور تو اُن کو اسلوب
سخن سے لینے بات کرنے میں پہچان لیگا۔ غرضیکہ معرفت بذریعہ آثار ہوا کرتی ہے۔ مَنْ
عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ ؎

اے آنکہ تو طالب خدائی بخدا ۔۔۔ از خود بطلب کز تو خدا نیست جدا
اوّل بخود آ چوں بخود آئی بخدا ۔۔۔ اقرار نمائی بخدائی خدا

ہر موجود کا ایک وجود ہے۔ حقائق موجودات مختلف و متفاوت ہیں۔ ناقص۔ کامل
اکمل۔ مغلوب۔ غالب۔ اغلب۔ علم ہر کس حسب حقیقت وجود او۔ مدرسہ میں ایک ہی

درجہ میں متعدد پڑھنے والے ہیں۔ اوستاد سب کا ایک سبق ایک۔ وقت ایک۔ مگر جس نے حاصل کیا اپنی استعداد کے موافق حاصل کیا۔ ؎

قسمت کیا ہر ایک کو قسامِ ازل نے — جو شخص کہ جس چیز کے قابل نظر آیا

بلبل کو دیا نالہ تو پروانے کو جلنا — غم ہم کو دیا سب سے جو مشکل نظر آیا

وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهُ بِمِقْدَارٍ (پ ۱۳ ع ۸) اور ہر چیز اُس کے پاس اندازہ پر ہے۔ آئینہ اگرچہ مستفیض و منور و معتدل ہو مگر جبتک اُس کا رُخ مطلوب کی طرف نہ ہوگا مطلوب ظاہر نہ ہوگا۔ جب تک تُو طالب علم نہ ہوگا علم ہاتھ نہ آئے گا۔ طالب ہوگا تو مطلوب ملے گا۔ طلب العلم فریضة علی کُلِّ مُسْلِمٍ و مسلمة ہر مسلم و مسلمہ پر طلب علم فرض ہے بے علم معرفت سے خالی ہے۔ بے علم کو خوفِ خدا نہیں۔ إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ (پ ۲۲ ع ۱۶) صرف و نحو و منطق و فلسفہ و یہ وہ سب کچھ پڑھ کیا۔ مگر اُس میں خوف خدا نہیں تو وہ عالم نہیں جاہل ہے۔ بلکہ جاہل اُس کے علم سے اچھا ہے۔ علم سے مراد ہے امور دین میں بصیرت۔ وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنْفِرُوا كَافَّةً فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِنْهُمْ طَائِفَةٌ لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنْذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ (پ ۱۱ ع ۴) اور ایسا تو ہے نہیں کہ سب کے سب مومن طلب علم میں نکل پڑیں۔ بس کیوں نہ نکلیں ہر فرقہ میں سے چند کس کہ تفقہ فی الدین کرتے یعنے علم دین حاصل کرتے۔ اور جب واپس آتے تو اپنی قوم کو ڈراتے۔ شاید کہ وہ حذر کرتے

## علم فقہ کا حاصل کرنا فرض کفایہ ہے

فقیہ مجتہد ہے باقی مقلد۔ وہ بصیرت ہے اور دوسرے مستبصر۔ دونوں کے لئے سعادت ہے۔

جس نے اُنسے مخالفت کی شقی ہوا۔ حدیث میں ہے کہ سچا فقیہ وہ ہے جو لوگوں کو رحمت خدا سے ناامید نہ کرے۔ ان کو فیض باری سے مایوس نہ کرے۔ مواخذۂ الٰہی سے مامون نہ ہونے دے قرآن کو چھوڑ کر غیر قرآن کی طرف راغب نہ ہو جائے۔ بیشک علم فقہ وہ چیز ہے جو آخرت کے لئے نافع اور عنداللہ رفع درجہ کا موجب ہے۔ اور علم امور شرعیہ فرعیہ کو باسم فقہ اس لئے پکارتے ہیں کہ وہ فقہ حقیقی کا وسیلہ ہے۔ یہ ظاہر ہے وہ باطن۔ یہ ملک ہے وہ ملکوت۔ یہ جسد ہے وہ رُوح۔ دونوں میں تلازم ہے۔ ایک بغیر دوسرے کے ناتمام ہے۔ اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَۃُ الْاَنْبِیَاءِ (حدیث) انبیاءؑ نے علماء کیلئے درہم و دینار کی میراث نہیں چھوڑی۔ بلکہ میراث علمی چھوڑی ہے۔

علم کے دو نوع ہیں۔ ظاہر و باطن۔ **علم ظاہر** وہ علم نافع ہے جو صحابہ نے قول و فعل پیغمبرؐ سے اخذ کیا۔ اور تابعین و ائمۂ سلف نے موافق کتاب و سنت اسکی تتبع کی۔ اور اُس کے مطابق عمل کیا۔ اور **علم باطن** اُن معانی کی معرفت ہے جس کو پیغمبرؐ نے بجانب لی مع اللہ درگاہ قاب قوسین او ادنٰی میں حاصل کیا۔ فَاَوْحٰٓی اِلٰی عَبْدِہٖ مَآ اَوْحٰی (پ ۲۷ ع ۵) پھر سینہ بسینہ جاری ہوا۔ چنانچہ فرمایا مَا صَبَّ اللّٰہُ فِیْ صَدْرِیْ شَیْئًا اِلَّا وَقَدْ صَبَبْتُہٗ فِیْ صَدْرِ عَلِیٍّ۔ حق تعالٰی کے حضور سے جو کچھ سینہ پیغمبرؐ مصطفٰے میں پہنچا۔ وہ اُن سے اُن کے وصی علی مرتضٰی کے سینہ میں پہنچا۔ عَالِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْہِرُ عَلٰی غَیْبِہٖٓ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ (پ ۲۹ ع ۱۲) عالم الغیب اپنے غیب پر کسی کو خبردار نہیں کرتا مگر جسے وہ پسند فرمالے رسول سے۔ یعنی وہ مرتضٰی پسندیدہ رسول سے ہے۔ عَلِیٌّ مِنِّیْ۔ اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُہَا۔

فَاِنَّ العلم نورٌ من اللہِ ۞ وَنورُ اللہ لا یعطی لعاصی

جب تک عالمِ حس سے اعراض نہیں کریں گے۔ عالمِ قدس کے انوار سے مستفیض نہیں ہو سکیں گے۔ کیونکہ صُوَرِ موجودات عقلی عقولِ فعالہ کی ذات میں مرتسم ہیں۔ اور انہی سے استعدادِ علوم ہے۔ جبتک کہ اُدھر ملتفت و متصل نہ ہونگے کوئی چیز مغیبات سے ظاہر نہ ہو گی۔ اور مقصود جملہ ریاضات سے یہ ہے کہ تخیل و وہم اور تمام قوائے بدنی منقادِ عقل ہو جائیں۔ تاکہ معارف کی جلوہ گری کے وقت ان میں منازعت نہ ہونے پائے۔ بلکہ سب متابعت و مشایعتِ عقل میں رہیں۔ اور سترِ جملہ اخلاق یہی ہے۔ جب تک دل معتدل و مصفیٰ قلب و منور نہ ہو عالمِ غیب سے اس میں کچھ ظاہر نہیں ہو گا۔ اور تعدیلِ تبدیلِ اخلاق کے ساتھ ہوگی اور تصفیل کدورات معاصی سے اجتناب کے ساتھ۔ اور اس عالم کے مشاغل سے اعراض کے ساتھ۔ اور تنویر ذکر صافی کے ساتھ۔ کیونکہ یہ چیز منبع حکمت سے وجود میں آتی ہے۔ پس ثابت ہوا کہ جب تک عالمِ حس سے اعراض حاصل نہیں کرینگے عالمِ قدس سے کچھ نصیب نہ ہوگا۔ اور بعد اس کے کہ محسوسات سے طلب و اعراض حاصل ہو گی عقلِ فعال سے افاضہ مبذول ہو گا۔ کیونکہ افاضۂ علوم اس کی صفتِ ذات سے ہے۔ اور خلافِ صفت محال ہے۔ پس اگر کوئی نفس استعدادِ علوم نہ رکھتا ہو گا تو نقص قابل کی طرف سے ہے نہ کہ واہب کی طرف سے مصرع۔

اگر ظرف تو کم گیرد گنہ ہے نیست دریا را ۞

ہر ممکن کسی غرض و غایت کے تحت میں ہے۔ کون ہے جو اس سے انکار کر سکے۔ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا (پ ۴) پروردگارا تو نے کسی چیز کو باطل بیکار اور بے غرض پیدا نہیں کیا۔ مگر ممکنات میں سے کوئی بھی اس غرض کو اپنی غفلت سے تجویز د

معیّن نہیں کر سکتا۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ (پ ۲۷) اور حدیث قدسیہ کُنْتُ کَنْزًا مَّخْفِیًّا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ (حدیث) جمیع ممکنات عبادت و تعریفِ واجب الوجود معبودِ برحق کے لئے مخلوق ہوئے ہیں۔ معرفتِ کامل ونافع بدون عبادت حاصل نہیں ہوتی۔ اور عبادتِ شائستہ بدونِ علم میسّر نہیں ہوتی۔ علم چراغ ہے اور عبادت راہ چلنا۔ اگر کسی مقام پر چراغ لئے ہوئے کھڑا ہو تو بعد چند قدم کے راہ نظر نہ آئے گی۔ پھر اُس مقام سے جس قدر بھی آگے کو چلے گا راہ زیادہ تر نظر آئے گی۔ غرضکہ چراغ علم کی روشنی میں راہِ عبادت میں سفر کرا اور روغنِ عمل سے اس چراغ کو مدد دے۔ ورنہ جب چراغ میں روغن نہ ہوگا تو وہ روشنی نہ دے سکے گا۔ اور تو اندھیرے میں بھٹکتا پھرے گا۔ اور کبھی مقصود تک نہ پہنچ سکے گا۔

**شرک** عبارت ہے اس سے کہ خدا کے سوائے کسی دوسرے کو کسی امر کا مصدر یا کسی اثر کا منشاء جاننا اور ایسا سمجھنا کہ خدا کے سوائے کسی اور سے بھی کوئی کام جاری ہو سکتا ہے۔ اگر اس عقیدہ پر اس غیر کی بندگی اور عبادت کی جائے تو اسے **شرکِ عبادت** کہتے ہیں۔ اور اگر اس کی عبادت نہ کی جائے مگر اُس کی اطاعت کی جائے کسی ایسی چیز میں کہ اس میں رضائے خدا نہیں ہے تو اسے **شرکِ اطاعت** کہتے ہیں۔ اوّل **شرکِ جلی** ہے اور دوسرا **شرکِ خفی**۔ اس شرک کی طرف اشارہ ہے وَمَا یُؤْمِنُ اَکْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ (پ ۱۳) یعنے اُن میں کے بہت سے اللہ پر ایمان نہیں لاتے مگر یہ کہ وہ مشرک ہیں۔ حدیث میں ہے اِنَّ الشِّرْکَ اَخْفٰی فِیْکُمْ مِنْ شَعْرِ الرَّاْسِ فِیْ لَیْلٍ مُّظْلِمٍ فِیْ بَیْتٍ مُّظْلِمٍ۔ شرک تم میں اندھیرے گھر میں اندھیری رات میں سر کے بال سے بھی زیادہ تر پوشیدہ ہے۔ خلیفۂ اوّل کے

جواب ہیں جیسا کہ تفسیر درمنثور جلد ۲ ص ۵۲ اور آداب المفرد ص ۱۴۲ اور ازالۃ الخفا مقصد دوم میں ہے۔ فرمایا وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ اِنَّ الشِّرْکَ فِیْکُمْ اَخْفٰی مِنْ دَبِیْبِ النَّمْلِ یعنی قسم ہے اس کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے تمہارے اندر شرک چیونٹی کی چال سے دھیما ہے۔ ضد شرک **توحید** ہے۔ اور اس کی دو قسمیں ہیں: اول **توحید در ذات** یعنے ذات خدا کو ترکیب خارجی و عقلی سے منزہ رکھنا۔ اور صفات کو اس کی عین ذات جاننا۔ دوم **توحید در وجوب وجود** یعنے واجب الوجود صرف خدا ہی ہے۔ اور کوئی نہیں۔ اور اسکے سوائے کسی اثر کا فاعل اور منشا کوئی نہیں۔ اس قسم کی توحید کے فرماتے ہیں کہ چار مرتبے ہیں۔ پہلا مرتبہ **قشر قشر** کہ زبان سے تو کلمۂ توحید کہے مگر دل اسکے معنی سے غافل بلکہ منکر ہو توحید **منافقین** کی مانند۔ یَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِهِمْ مَا لَیْسَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ (پ ۴) کہتے ہیں اپنے مونہوں کے ساتھ جو کچھ اُن کے دلوں میں نہیں۔ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِیْنَ (پ ۱ ع ۲)۔ اور بعضے لوگوں میں سے وہ ہیں جو کہتے ہیں کہ ایمان لائے ہم ساتھ اللہ کے اور ساتھ روز آخرت کے۔ اور حالانکہ وہ مومن نہیں ہیں وَاِذَا لَقُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَاِذَا خَلَوْا اِلٰی شَیٰطِیْنِهِمْ قَالُوْٓا اِنَّا مَعَکُمْ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ۔ اور جب ملتے ہیں اُن لوگوں سے جو ایمان لائے تو کہتے ہیں ہم ایمان لائے اور جب اپنے شیاطین کے ساتھ تخلیہ میں ہوں تو کہتے ہیں ہم تمہارے ساتھ ہیں ہم تو مومنین کے ساتھ ٹھٹھا کرنے والے ہیں۔ وَاِذَا قِیْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا یَسْتَغْفِرْ لَکُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ وَرَاَیْتَهُمْ یَصُدُّوْنَ وَهُمْ مُّسْتَکْبِرُوْنَ (پ ۲۸ ع ۱۳) اور جب اُن کو کہا جائے کہ آؤ خدا کا رسول تمہارے لئے مغفرت مانگے تو وہ اپنے سر موڑ لیتے

ہیں۔ اور تو دیکھتا ہے کہ وہ باز رہتے ہیں۔ اور تکبر کرنے والے ہیں (جیسا کہ واقعہ قرطاس سے ظاہر ہے) سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ لَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ (پ۲۸ ع۱۳) ان پر برابر ہے کہ تو ان کے لئے مغفرت مانگے یا نہ مانگے خدا ہرگز ان کی مغفرت نہیں کرے گا۔ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ (پ۱۰ ع۱۶) اگر تو ان کے لئے ستر بار بھی مغفرت مانگے گا تو پھر بھی خدا ان کی مغفرت نہ کرے گا۔ اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْكٰفِرِيْنَ فِيْ جَهَنَّمَ جَمِيْعًا (پ۵ ع۱۵) تحقیق خدا سب منافقوں اور کافروں کو جہنم میں اکٹھا کرنے والا ہے۔ بیشک منافق مقطوع المغفرت اور جہنمی ہیں۔ اس لئے کہ انہوں نے دل سے توحید کو قبول نہیں کیا۔ محض زبانی ہی اس کا اقرار کیا ہے۔ جس کی وجہ سے وہ صرف دنیا ہی میں شمشیر شریعت سے محفوظ ہیں۔ چنانچہ وہ لوگ قتل نہ کئے گئے کہ جن کو رسول خدا فرماتے ہیں کہ اِنَّ الشِّرْكَ فِيْكُمْ اَخْفٰى یہ شرک خفی تھا۔ اور شرک جلی اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ (پ۱۰ ع۱۰) شریعت میں بلی اور کتا دونوں حرام ہیں۔ مگر ایک نجس نہیں۔ دوسرا نجس ہے۔ اور باطن میں دونوں کا اصل و مرجع ایک ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ (پ۵ ع۴) دوسرا مرتبہ **قشر** کہ کلمۂ توحید کے معنی کا دل سے بھی معتقد ہو اور اس کلمہ کی تکذیب نہ کرتا ہو جیسا کہ اکثر عوام مسلمانوں کی زبان ہے کہ بات کرنے میں اس کی عظمت کو نگاہ نہیں رکھتے یہ سیقدر توحید سے صفائی قلب اور شرح صدر نہیں ہو سکتی۔ البتہ ایسا موحد عذاب آخرت سے محفوظ ہے جبکہ معاصی موجب ضعف اعتقاد نہ ہوں اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَاءُ (پ۵ ع۱۵) شرک کی تو ہرگز مغفرت نہیں اور اس کے سوائے خدا جس کی چاہے مغفرت کر دے۔

قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ (پ ۲۴ ع ۳) کہہ دے اے میرے بندو! جنہوں نے اپنے نفسوں پر اسراف کیا ہے اللہ کی رحمت سے نا امید نہ ہو اللہ سب گناہ بخش دیگا تحقیق وہ بخشنے والا مہربان ہے۔

تیسرا مرتبہ **لب** کہ حق تعالیٰ کی جانب سے موحد پر کوئی نور تجلی کرے کہ جس کے واسطے سے معنی کلمۂ توحید اُس پر منکشف و ظاہر ہو جائے۔ پس وہ موحد جہان میں اگرچہ بہت سی چیزیں مشاہدہ کرے مگر ان سب کا صدور ایک ہی مصدر سے اور سب کا استناد واحد حق کی طرف دیکھے گا۔ اور یہ مرتبہ مقام مقربین ہے۔ وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ (پ ۲۷ ع ۱۴) چوتھا مرتبہ **لب لب** کہ موحد ایک ہی وجود کو دیکھے اور وجود میں کسی کو خدا کا شریک قرار نہ دے۔ اس مرتبہ کو فنا فی التوحید اور فنا فی اللہ کہتے ہیں۔ کیونکہ صاحب مرتبہ نے اپنے آپ کو فانی جانا ہے ؎

اِک تری ذات کہ کچھ بھی نہیں پھر سب کچھ ہے ❊ اِک مری ذات کہ سب کچھ ہے مگر کچھ بھی نہیں

یہ مرتبہ غایتِ وصولِ توحید ہے۔ یہ نہ تصور کیا جائے کہ اس مرتبہ پر وصول ناممکن ہے اور اور باوجود مخلوقات متکثرہ و موجودات کثیرہ کے موجود کو ایک ہی جاننا غیر معقول ہے۔ نہیں بلکہ ممکن و معقول ہے۔ دل دریائے عظمت و جلال میں پورا پورا مستغرق اور جمال و کمالِ مطلق کا غلبۂ انوار حاصل۔ اندر کانونِ ضمیر میں آتشِ محبت و انس کی بھڑک۔ اور تمام وجودات ضعیف نظر بصیرت میں غائب۔ اور ماسوائے ایک وجود کے سب فانی و زائل ہو جائے تو ؎

نگویم دراں کس بجز یار سے ❊ ولے غیر او کس پدیدار نے

دراں پرتو افگن یکے نور بود ❊ کہ از غیر آں دیدہا کور بود

کیا تو نے نہیں دیکھا کہ جب کوئی مکاتبۂ سلطان میں مشغول ہوتا ہے تو چونکہ وہ اس کے دبدبہ وسطوت کے دیکھنے میں مستغرق ہوتا ہے۔ غیر کے مشاہدہ سے غافل ہو جاتا ہے۔ عاشق محوِ جمالِ معشوق غیرِ معشوق کو نہیں دیکھتا۔ ستارے دن کو موجود ہیں مگر جب کہ ان کا نور جنبِ نورِ خورشید میں ضعیف و مضمحل ہے تو وہ نظر نہیں آتے۔ یہاں سے ظاہر ہوتا ہے کہ جس کو ایک وجود کے سوائے کوئی اور بھی ملحوظ اور کثرت مشاہد ہے۔ وہ مرتبۂ توحید میں ناقص ہے۔ اور ابھی تک وجودِ صرف کے نور نے اس میں پرتو نہیں ڈالا ؎

تا گشتند اختراں از ما نہاں ۔۔۔ واں کہ پنہاں است خورشیدِ جہاں

آدمی کو چاہیئے کہ اپنے جمیع امور میں خدا پر **توکل** کرے۔ اس کے سوائے سب کی طرف سے آنکھ بند کرے۔ جب اس پر روشن ہو چکا کہ امر کا منشاء وہی ہے۔ خلق و رزق۔ عطاء و منع۔ غناء و فقر۔ صحت و مرض۔ عزت و ذلت۔ حیات و موت وغیرہا ہر موجود کا مبدء وہی ہے۔ انفراد و استقلال اسی ایک ہی کے شایاں ہے۔ کسی امر میں کوئی اس کا ہمسر و شریک نہیں۔ تو اس کے غیر کی طرف ملتفت نہیں ہوتا۔ جس کو یہ مرتبہ حاصل نہیں اس کا دل شوائبِ شرک سے خالی نہیں۔ وہ وساوسِ شیطانیہ کے سبب وسائطِ ظاہریہ کی طرف ملتفت ہو جاتا ہے۔ وہ یہ جانتا ہے کہ زراعت و نباتات کو بارش سرسبز کرتی ہے۔ کشتی کو بادِ موافق کنارے پہنچاتی ہے۔ اور ہوائے مخالف غرق کرتی ہے۔ حدوثِ حوادث اتصالاتِ کواکب کے ہاتھ میں ہے۔ اور جس پر ابوابِ معارف کھولے گئے ہیں وہ جانتا ہے کہ جمیع ممکنات و مخلوقات بادشاہ بے شریک دو وزیر کے مقہور امر اور قبضۂ قدرت میں مسخر و اسیر ہیں ؎

بلند آں سر کہ او خواہد بلندش ۔۔۔ نژند آں دل کہ او خواہد نژندش

گرت عزت دہد او ناز میکن ۔۔۔ وگرنہ چشم حسرت باز میکن

مبادا آنکہ او کس را کند خوار — کہ خار او شدن کاریست دشوار

آنکہ او از آسماں باراں دہد — ہم تواند کہ ز رحمت ناں دہد

قُلْ هُوَ الرَّحْمٰنُ اٰمَنَّا بِهٖ وَعَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۔ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ يَّاْتِيْكُمْ بِمَآءٍ مَّعِيْنٍ (پ ۲۹ ع ۲) کہہ دے کہ وہی رحمٰن ہے۔ اُس پر ایمان لائے ہم اور اُسی پر ہم نے توکل کیا۔ پس تم جلدی جان لوگے کہ کون گمراہی ظاہر میں ہے۔ کہہ دے کہ کیا دیکھا تم نے کہ اگر پانی تمہارا خشک ہوجائے تو کون لائے گا تمہارے پاس پانی جاری۔ اَللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ۔ بادشاہ نے کسی کے قتل کا حکم دیا ہو اور وہ پشیمان ہوجائے تب بادشاہ کاتب کو امر فرمائے کہ اُسے پروانہ عفو لکھ دے۔ اور وہ شخص کاغذ یا قلم یا کاتب کی مدح ثنا کرنے لگے۔ کہ اگر یہ نہ ہوتے تو میں نجات نہ پاتا۔ اور جس نے یہ جانا کہ جو کچھ کاغذ پر رقم ہوا وہ قلم سے تھا۔ قلم دست کاتب میں مسخر تھا۔ اور کاتب کی مجال نہیں کہ بے امر بادشاہ کچھ لکھے۔ تو وہ بادشاہ کا ہی شکریہ بجا لائے گا۔ اور اسی کی ثنا کرے گا۔ اور اُسی ہی کا احسان منائے گا۔ تمام مخلوقات دست کاتب میں ہیں۔ اور کاتب خدمت سلطان میں مقہور و مسخر۔ یہ تو ایک مثال تھی۔ ورنہ کیسی قلم اور کون کاتب۔ حقیقت تو یہ ہے کہ وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى (پ ۹ ع ۱۷) تو نے تیر نہیں چلایا جب تو نے تیر چلایا۔ ولیکن اللہ نے تیر چلایا۔ جو تیرے ہاتھ میں ہاتھ دیتے ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ وہ خدا کے ہاتھ میں ہاتھ دیتے ہیں يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ (پ ۲۶ ع ۹) اور کیوں ایسا نہ ہو جبکہ وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ۔ تم چاہتے ہی نہیں مگر یہ کہ چاہے اللہ۔ یہی ہے معنی دَنَا فَتَدَلّٰى فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى (پ ۲۷ ع ۵)

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی
تا کس نگوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

کاغذ جسے کاتب ہاتھ میں لیکر لکھ رہا ہے اگر اُس پر چیونٹی کا گذر ہو۔ اور وہ بیچاری اپنی تنگیٔ چشم اور خوردئی حدقہ کے سبب سوائے نوکِ قلم کے جو کاغذ کو سیاہ کر رہی ہے کچھ دیکھ نہیں پاتی اور اُس کا نور بصر انگشت کاتب تک پہنچتا ہی نہیں چہ جائیکہ خود کاتب تک پہنچے۔ تو وہ تو یہی سمجھے گی کہ کاغذ پر نقش بدیع قلم ہی سے ہے۔ اور قلم ہی مؤثر حقیقی ہے اے عزیز **انسان مختار بھی ہے اور مجبور بھی**۔ ایک پاؤں زمین سے اوپر اُٹھا کر کھڑا ہو سکتا ہے مگر دونوں پاؤں ایک ساتھ اُٹھانے میں مجبور ہے۔ اور امورِ تکلیفیہ وخیر وشر میں اختیار ہے۔ موت وحیات۔ ذلت وعزت۔ بیماری وصحت۔ فقر وغنا میں مجبور ہے **لَا جَبْرَ وَلَا تَفْوِیضَ بَلْ اَمْرٌ بَیْنَ الْاَمْرَیْنِ**۔ نہ اسکے لئے جبرِ مطلق ہے نہ تفویض واختیارِ مطلق۔ بلکہ ان دو امور میں متوسط۔ انسان اگرچہ قادر ومختار ہے۔ لیکن اُس کی قدرت واختیار بھی اُس کے وجود کی مانند ہے۔ **مَتَاعُ الْبَیْتِ یَشْبَہُ صَاحِبَ الْبَیْتِ**۔ اسبابِ خانہ صاحبِ خانہ کی مانند ہے۔ وجودِ انسانی وجودِ امکانی ہے نہ وجودِ صرف کہ وجودِ واجبی ہو جائے۔ اور نہ عدمِ صرف بلکہ ایسا وجود ہے کہ مشابہ بعدم ہے۔ اور ایسا عدم کہ مشابہ بوجود ہے۔ پس ایسی ہی اُس کی قدرت واختیار ہے۔ اور قدرت واختیار صرف مختص بپروردگار ہے۔ اور وہ اُس کی عین وجودِ مقدس ہے۔ اور جب اختیارِ انسان منوط بقدرت واختیارِ غیر ہے کیونکہ گرچہ وہ مختار ہے تاہم اُس کا اختیار دوسرے کی طرف سے ہے جو اُس کے سلبِ اختیار پر قادر ہے اور ایسا اختیار اگرچہ بے اختیاری سے بالاتر ہے بجز نفی اختیارِ مطلق ہے۔

فرق ہے تو بالجملہ انسان کے لئے اختیار مشابہ بے اختیاری ثابت ہے۔ اور خدا کے لئے
اختیار منزہ از شائبہ بے اختیاری جمیع امور میں۔ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ وَيُضِلُّ
مَنْ يَشَاءُ يُضِلُّ مَنْ يَشَاءُ وَيَهْدِي مَنْ يَشَاءُ (پ۲۲ ع۱۳) جس کو چاہے
توفیق ہدایت دے اور جس سے چاہے توفیق سلب کر لے۔ اس میں کوئی استبعاد نہیں
کہ کسی امر میں دو شخصوں کو اختیار ہو خصوصاً با وجود اختلاف در اختیار۔ ہر کسی کو لازم ہے
کہ ہر امر میں کہ جس میں اُسے اختیار حاصل ہے بحکم شریعت مقدسہ اپنے اختیار و قدرت کو
فی الجملہ کام میں لائے اور اُس کی توفیق و اتمام میں حضرت آفریدگار سے استمداد کرے۔
اور اُس چیز میں کہ جو اُس کی قدرت سے باہر ہے اُمیدوار لطف و کرم پروردگار رہے۔
شَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ (پ۴ ع۸)
مشورہ لے لے ان سے امر یعنی کام میں۔ پھر جب اُس کام کے کرنے کا محکم ارادہ و
قصد کرے تو بھروسہ کر خدا پر لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ (پ۲۷ ع۷) انسان
کے لئے کچھ نہیں مگر وہی جو اُس کے وسعت میں ہو۔ قادر مطلق نے اپنے بندہ کو فعل مامور
بہ کے بجالانے اور فعل منہی عنہ کے ترک کرنے پر قدرت و اختیار دیکر احتمال جبر کو
بندہ پر اُس کے فعل پر باقی نہیں رکھا۔ اور فعل مامور بہ کی بجا آوری اور فعل منہی عنہ کے
ترک پر امر قطعی دیکر احتمال تفویض کو بندہ سے غلط کر دیا ہے اگر ایسا نہ کرتا تو سزا دینا ظلم
تھا۔ اور ظلم سے خدا تعالیٰ بری و پاک ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيدِ
(پ۱۰ ع۳) أَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظَّالِمِينَ (پ۱۲ ع۲) جب خدا نے بندہ کو قدرت
و اختیار دیکر امر قطعی و نہی قطعی کر دی ہے نہ یہ کہ مخالفت پر کہ جس کا نام اَمْرٌ بَیْنَ الْاَمْرَیْنِ
ہے تو بندہ مخالفت حکم پر جو بندہ نے اپنے قابو و قدرت سے کی ہے مستحق سزا

پھیرے۔ اور اُس کو سزا دینا عینِ عدلِ عادل۔ جدا دبعد تلوار بنا نے کے امرِ قطعی بقتلِ دشمن اور
نہی قطعی بقتلِ دوست کرتا ہے۔ اور تلوار بنانے والا مخالفت حکم کر کے دوست کو قتل کرتا ہے تو
قاتل خدا ماخوذ ہوگا انصافاً۔ کیونکہ اُس نے مخالفت حکم کی ہے۔ با وصف یکہ اس کو ترکِ مخالفتِ
حکم پہ قدرت حاصل ہے۔ اور حداد بری محض یہ بگاڑ جزاً۔ بوجہ واضح کرنے امر قطعی و نہی قطعی کے
**قضا و قدر** کے معنی یہ ہیں کہ خداوند عالم نے اطاعت کا حکم دیا ہے۔ اور معصیت سے
نہی فرمائی ہے۔ وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ (پ۱۵ ع۳) سوائے اُس کے
کسی کی بندگی نہیں کرو۔ اور اس نے عمل نیک کے بجا لانے اور برے کام کے ترک کرنے
پر قدرت دی ہے۔ وہ بندہ کی اعانت فرماتا ہے اپنی طرف قرب حاصل کرنے میں۔ اور
اس شخص کی ترک نصرت کرتا ہے جو اُس کی نافرمانی کرے۔ اس نے اطاعت پر وعدۂ اجر
فرمایا ہے۔ اور معصیت پر وعیدِ عتاب۔ امتثالِ عمل پر رغبت دلائی ہے۔ اور مخالفت
سے ڈرایا ہے۔ وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ (پ۱۳ ع۸) اور ہر شئی اُس کے پاس
اندازہ پر ہے۔ **ارادہ و مشیتِ خدا** ارادۂ خدا ہے طاعت کے لئے۔ و رضائے خدا
ہے طاعات کے لئے۔ وہ عنایت و اعانتِ خدا ہے طاعت پر۔ اور نہی و ممانعت ہے معاصی
سے۔ اور ناراضی ہے معاصی سے۔ اور عقوبت و خذلان ہے معاصی کے لئے۔ بندہ کے
ہر فعل میں خیر ہو یا شر قضاءِ خدا ہے۔ کہ خدا اس پر حکم کرتا ہے اس چیز کا جس کا وہ مستحق
ہے اپنے فعل سے۔ اور ثواب و عقاب ہے دنیا و آخرت میں۔ قولِ باری تعالیٰ وَمَا
(پ۲۱ ع۲) تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ کے معنی ظاہر یہ ہیں کہ نہیں چاہتے ہو تم کچھ کرنا مگر
بعد اس امر کے کہ جو فعل تم کرنا چاہتے ہو اگر وہ از قسم طاعت ہے تو اس میں مشیتِ خدا بامر و
رضا ہے۔ اور اگر از قسم معصیت ہے۔ تو اس میں مشیتِ خدا بہ نہی و [illegible]

**مبدٔ و معاد** منزو ہے۔ کہتے ہیں کہ آدمی طبیعت مطلقہ تھا۔ پھر مٹی بنا۔ پھر غذا، پیدا ہوا۔ پھر غذا، مادہ۔ بعد ازاں بچہ۔ بچے سے جوان۔ جوان سے بڈھا۔ آخر جہاں سے آیا وہاں چلا گیا۔ باصطلاح فقیہ وصل شد۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ۔ حق تعالیٰ ازلی ہے۔ اُس کا ارادہ ازلی ہے۔ اُس کا ارادہ عین اُس کی ذات اقدس ہے۔ اُسے منظور رہا کہ اپنے آپکو اپنے لئے جلوہ دے یعنے اپنے مظاہر صفات کے آئینوں میں مشاہدہ کرے۔ پس جلوہ گری کا آغاز کیا۔ ہر کمال کا جمال معنوی اور ہر جمال کا کمال معنوی اور تمامی جمال و کمال تکمیل کے ساتھ ہے۔ اور تمام جمال و کمال ظہور کے ساتھ مقرر ہیں۔ کیونکہ جو کمال مزین تکمیل نہیں ہے۔ اس میں شائبۂ نقص ہے۔ اور جو کمال کہ ظہور میں نہیں آیا بے قصور نہیں ہو سکتا۔ پس ہو نہیں سکتا کہ جمال کمال ذات بے تکمیل و ظہور ہو۔ سارا جہان مظہر ذات ہے۔ اور ہر ایک مظہر کی تصویر صور خوب اور اپنی حد میں نیک ہے اور مرتبۂ کمال پر ہے۔ مرتبہ میں جو نقصان کہ نظر آتا ہے نسبتی ہے۔ کیونکہ بعض کو نسبت ہے بعض سے۔ پس مبدٔ جناب اقدس الہٰی کے نور سے ہے اور اُس کا نزول تا مرکزِ خاک کہ یہ مجموع طریق مبدٔ ہے۔ مبدٔ معلوم ہوا تو معاد بھی معلوم ہو گیا۔ بحکم کُلُّ شَیْءٍ یَرْجِعُ اِلٰی اَصْلِہٖ۔ اوّل میں آدمی جہاں یگانگی میں تھا۔ کہ وہاں سب نور ہی نور ہی اور اُنس و سرور۔ اور ظلمت و وحشت و عداوت قطعاً دُور تھا۔ بنی آدم میں سے ارباب ہمم جب تک اپنے آپ کو وہاں پہنچا نہیں لیں گے اُنہیں قرار نہیں اور برابر جوشش و کوشش میں رہینگے۔ اور جہاں یگانگی وہ جہان ہے کہ سب چیزیں اُس جگہ سے از خود باہر آئی ہیں اور سب خدا ہی کے لئے ہیں۔ پس وہاں نہ میں ہیں ہے نہ تو تو۔ حقیقت انسانی کہ قلم اعلیٰ کے مرتبہ میں کہ عقل اوّل ہے متنفس ہوئی۔ پھر لوح محفوظ کے مرتبہ میں کہ رتبۂ نفس کلی ہے آئی۔ پھر عرش عظیم

کے مرتبہ میں کہ تعدد جہات ہے۔ پھر کرسی کے مرتبہ میں۔ پھر آسمان ہفتم میں پھر آسمان ششم
میں۔ پھر پنجم میں۔ پھر چہارم میں۔ پھر سیّوم میں۔ پھر دوئم میں۔ پھر اوّل میں۔ پھر عناصر اربعہ
میں۔ پھر موالید ثلاثہ میں۔ تا آنکہ صلب پدر میں وارد ہوا۔ اور ان مراتب کے مجموعہ
کو مراتب **استیداع** کہتے ہیں۔ اور جب صلب پدر سے رحم مادر میں آکر تو رپڑنے
تک ان مراتب کو **استقرار** کہتے ہیں۔ آیہ هُوَ الَّذِیْ اَنْشَاَکُمْ مِنْ نَفْسٍ
وَّاحِدَۃٍ (پ ۷) خدا وہی تو ہے جس نے تمہیں ایک ہی نفس سے پیدا کیا۔ وہ
نفس نفیس کلیہ ہے۔ فَمُسْتَقَرٌّ وَّمُسْتَوْدَعٌ (پ ۷) یعنی تمہارے
لئے مراتب مذکورہ سے استقرار فی الرحم اور استیداع فی الصلب ہے۔ غرضکہ روح انسانی
نے ملکوت و ملک و تعلق بقالب پر حجب روحانی و جسمانی حاصل کئے ہیں۔ ان سے بعد جو
حرکت نفس و قول و نظر و خاطر کہ اس کے ظاہر و باطن سے مقتضائے طبع ظاہر ہوتے ہیں
وہ سب عالم غیب سے اس کے حجب و بعد و ظلمت و جہالت کے موجب اور اُسکے حرمان
کا سبب ہو جاتے ہیں۔ اس وقت اگر ہزار مخبر صادق خبر دیں کہ تو کسی وقت حضرت قدس
او حضرت انس میں تھا تو عقل اس پر ایمان نہیں لائیگی۔ ہاں جو کوئی اس نظر عنایت کا
منظور تھا اور ہے۔ اور اس میں انس کا اثر باقی ہے وہ باقی رہتا ہے۔ اگرچہ وہ بدیہہ عقل
نہیں جانتا۔ کہ وہ کسی وقت دوسرے عالم میں تھا۔ مگر جب مخبر صادق سے سنتا ہے تو
اُسکے صدق کا اثر نور اور اثر انس جو دل مستمع میں باقی ہے۔ دونوں آپس میں پیوند
ہو جاتے ہیں۔ اور وہ فوراً اقرار کر لیتا ہے۔ فی الجملہ جس میں بھی اس انس سے کچھ باقی
ہے اس میں تخم ایمان موجود ہے۔ وہ ایمان لے آتا ہے۔ اور جس میں اس انس سے کچھ بھی
باقی نہیں رہا۔ وہ ہرگز ایمان نہیں لاتا۔ خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰی

اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ (پ ع ۱) اور بعض سالکان راہِ حق کے سامنے سے ان سلوک میں پردے اُٹھا دیئے جاتے ہیں۔ تاکہ ان تمام مقاماتِ شئونِ حقانی وجسمانی کا احوال کیسن پردہ گذر کر چکے ہیں جبرو کچھ لیں۔ اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ رُوح کے قالب کے ساتھ تعلق پکڑنے کے وقت ان میں سے بعض محفوظ رکھا جاتا ہے تاکہ اُس کے جملہ موجودات پر عبور کے مقامِ اول سے لے کر اس جہان میں آنے تک جو کچھ اُس نے دیکھا ہے وہ سب اُس کے دل پر ہے۔ اور اُس کو دیکھنا نصیب ہو۔ **رُوح قالب کیساتھ تعلق پکڑنے سے پہلے** قرب جوار باری کے خطیرہ یعنی منزلتِ قدس میں نشاط وشادمانی میں تھی۔ تعلقِ رُوح بقالب کا فائدہ یہ ہے کہ تعلق بہدن و آلاتِ حواسِ انسانی وقوائے بشری وصفاتِ انسانی کے واسطہ سے ذات وصفاتِ احدیت کی معرفتِ شہودی اور عالمِ غیب پر اطلاع حاصل ہو۔ اگر تعلق بیدن نہ پکڑتی تو قسم قسم کی غذا سے محروم رہتی۔ اور اگر تعلق بقالب نہ پکڑتی تو حضرت حق جل وعلیٰ کی نیابت وخلافت کی سزاوار نہ ہوتی اور امانت کی امین نہ ہوتی۔ اور جمال وجلال حق کی آئینگی کا استحقاق نہ پاتی اور سرِ خزانہ كُنْتُ كَنْزًا مَخْفِيًّا کو کوئی نہ جانتا۔ کیونکہ مقصود اصل از آفرینشِ انسان تھا۔ کہ جمال و ہیئت کا آئینہ اور مظہرِ صفاتِ جمال وکمال کا مظہر ہے بحکم خَلَقَ اللّٰهُ اٰدَمَ عَلٰى صُوْرَتِهٖ ۔ خدا نے آدم کو اپنی صورتِ صفت پر پیدا کیا ہے پس نفس انسانی مظہر ہے اور سرِ دوجہان اسی کا خلاصہ۔ اور حضرت الوہیت کی تمام صفت جمال وجلال کا ظہور اسی آئینہ کے واسطہ سے ہے۔ سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِى الْاٰفَاقِ وَفِىْٓ اَنْفُسِهِمْ (پ ۲۵) ضرور دکھاتے ہیں ہم ان کو اپنی نشانیاں آفاق میں اور اُن کے نفسوں میں۔ پس آفرینشِ انسان سے مطلوب حضرت الہیت کی صفاتِ جمالی

افعال کے ساتھ متصف ہوتا ہے۔ تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ کا اشارہ اسی طرف ہے:
کہ اخلاق خدا کو اختیار کرو ؎

آدمی گنجینۂ سرِ خدا است | گرچہ در بحرِ ہوس مستغرق است
گنج کونین است ذاتِ آدمی | ہست بے پایاں صفاتِ آدمی
گر وجودِ خویش بشناسد تمام | در شناسائی حق باشد نظام
نفسِ انسانیت مرآتِ جمال | رُوحِ انسانیت مرآتِ کمال
گر بود مرآت صاف و پُر ضیاء | عکس گیرد از جمالِ کبریا
حق شناسی ہست کارِ آدمی | معرفت باشد شعارِ آدمی

مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ۔ — یہ اٹھارہ حروف تفسیر ہیں
ان انیس حروف کی کہ صُنْعَ اللّٰہِ الَّذِیْ اَتْقَنَ کُلَّ شَیْءٍ۔ کاریگری ہے کاریگر
حقیقی کی جس نے ہر چیز کو محکم و استوار بنایا ہے۔
اہل اللہ فرماتے ہیں کہ دانش کوئی چیز نہیں۔ کہ کوئی امر ایسا ہی نہیں جو نفس دانا کو
حاصل ہو جائے۔ بلکہ جو کچھ اس میں بالقوہ موجود ہے وہی فعل میں آتا ہے۔ اور سب چیزیں
جو کوئی دیکھتا ہے حالاتِ نفس کے سوائے کسی چیز کو نہیں دیکھتا پس جمیع معلومات کمالی
نفس انسانی ہے۔ یہی سبب ہے افلاطون الٰہی نے علم کی یوں تعریف کی ہے کہ اَلْعِلْمُ
تَذَکُّرٌ۔ علم یاد دہانی ہے اور محققین نے فرمایا ہے کہ متعلق نفس ہے صورِ معلومات کے
ساتھ اور کوئی چیز اپنے نفس کی صورت کے ساتھ متمثل نہیں ہوسکتی
اسے عین ذاتِ عالم علم ہے۔ کیونکہ ایجاد عالم سے غرض ظہور مراتب علم ہے اس لئے
کہ وجود حق تعالیٰ فی الحقیقت وجودِ علمی ہے۔ اور افرادِ عالم حق کی صور علمی ہیں اور

علم تمام عالم انسان میں اور انسان حق تعالیٰ کی جانب سے تحصیل شعور علمی کے لئے مکلّف
ہے تاکہ مطابق ہو اس کے کہ علّتِ ایجاد معرفت ہے - اور علم ایمان ہے کہ انبیا اُس کی
تعلیم و تذکیر کے لئے مبعوث ہوئے ہیں - اور اس کی تشریع و تکلیف میں حکمت یہ ہے کہ
چیز بالقوہ کو فعل میں لایا جائے پس حاصل و محصول علم وجودِ علم ہے - جیسا کہ قول حق تعالےٰ
فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ - پس انسان کی انسانیت نہیں ہے مگر علم کے سبب سے -
اس لئے کہ اسکی فصل مقوّم نہیں ہے مگر نطق بمعنی ادراکِ کلیات - اور عقل چاہتی ہے
کہ جمادیت سے نباتیت کی طرف حرکت ترقی کرے اور نباتیت سے حیوان کو حس و حرکت ارادی اور
حیوانیت سے انسان کو اور ان کی ترقی و تنزل بر حسب علم - اور اس علم سے مراد ہے
اسماء و صفات الٰہی کی معرفت - اور باقی علوم یہاں تک کہ علم تزکیہ نفس و تہذیب نفس
اس علم کے آلات ہیں - اور اس علم کا ادنیٰ پایہ استدلال ہے - اور پایہ اعلیٰ کشف و عیاں -
رئیس الحکما ابو علی سینا نے شیخ ابو سعید سے پوچھا کہ بِمَ عَرَفْتَ الرَّبَّ - تو نے
رب کو کس کے ذریعہ سے پہچانا - شیخ نے جواب دیا کہ بِوَارِدَاتٍ تَرِدُ عَلَى
الْقَلْبِ وَاللِّسَانُ عَاجِزٌ عَنْ بَيَانِهَا - واردات سے جو قلب پر
وارد ہوتے ہیں اور زبان ان کے بیان سے عاجز ہے - شیخ نجم الدین کبری نے
فخر الدین رازی کے جواب میں کہا ہے کہ بِوَارِدَاتٍ تَرِدُ عَلَى الْقُلُوبِ
فَتَعْجِزُ النُّفُوسُ عَنْ تَكْذِيبِهَا - سرور اولیاء علی مرتضیٰ فرماتے ہیں -
عَرَفْتُ رَبِّيْ بِفَسْخِ الْعَزَائِمِ یہی وہ مقام ہے کہ جہاں عقل اور عقل کل بھی سربسجود
ہے - حدوہ اوصیاء علی مرتضیٰ فرماتے ہیں کہ اَلْعَقْلُ لِمَرَاسِيْمِ الْعُبُوْدِيَّةِ لَا لِاِدْرَاكِ
سِرِّ الرُّبُوْبِيَّةِ - عقل رسم عبودیت کے بجالانے کے لئے ہے نہ کہ سرِ ربوبیت کے

اور اس کے لئے علم الٰہی یا علم توحید ہے۔ جمیع علوم سے اشرف و اعرف ہے۔ کیونکہ جمیع علوم پر محیط ہے۔
جیسا کہ اس کا متعلق ذات حق تعالیٰ جمیع اشیاء پر محیط ہے۔ اَلَآ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَیْءٍ
مُّحِیْطٌ اَوَلَمْ یَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ (پ ۲۵) بیشک
وہ ہر شئے پر حاضر و محیط ہے۔ جیسا کہ ہر علم کے لئے موضوع و مبادی و مسائل ہوتے ہیں۔ علم
توحید کے بھی موضوع و مبادی و مسائل ہیں۔ اس کا موضوع وجود حق تعالیٰ ہے۔ اور اسکے
مبادی ماہیات حقائق ہیں۔ کہ لازم وجود حق تعالیٰ ہیں۔ اور وہ حقائق عبارت ہیں اسماء
صفات و اسماء افعال سے۔ اور اس کے مسائل عبارت ہے اس چیز سے کہ جس سے اسماء
ثلاثہ کے متعلقات کے حقائق مبین ہوتے ہیں اور مرجع ان سب کا دو چیزیں ہیں۔ اور
دونوں معرفت ہیں۔ اِدْرَاكُ الْعِلْمِ بِالْحَقِّ وَالْحَقِّ بِالْعَالَمِ۔ عالم حق کے ساتھ
اور حق عالم کے ساتھ۔ اور دونوں سے نہ اس کی معرفت ممکن ہے نہ متعذر۔ محال در محال ہے
اور ناممکن در ناممکن ہے کہ کنہ ذات باری معلوم ہو۔ یا ذات باری کی تشخیص ہو سکے۔
اسی واسطے کہا گیا ہے کہ اس کا کوئی اسم ذات نہیں سب اسماء صفاتی ہیں۔ قُلِ ادْعُوا
اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ اَیًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى (پ ۱۵ ع ۱۲)؛
اللہ کہہ کر پکارو یا رحمٰن کہہ دیا کرو کسی نام سے ذکر کرو سب اسی کے اسماء حسنیٰ ہیں۔
وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَیْنَ ذٰلِكَ سَبِیْلًا (پ ۱۵ ع ۱۲)
بنا بر ظاہر آیہ نہ تو اپنی نماز میں آواز بلند کر اور نہ دھیما۔ اور اس کے درمیان راستہ ڈھونڈ۔
جہر وہ ہے کہ کوئی دوسرا جو پاس ہی ہو وہ بھی سن لے۔ اور اخفات وہ ہے جو دوسرے
تک نہ پہنچے۔ اپنے ہی تک رہے۔ دونوں سے ممانعت ہے۔ اب تیسرا راستہ کون ہے
شریعت میں صبح کی دونوں۔ مغرب کی پہلی دو۔ اور عشاء کی پہلی دو۔ یعنے چھ رکعتیں بالجہر

پڑھ اور گیارہ رکعتیں بانخفات۔ اور حقیقت میں نہ تو اصل الصلوٰۃ کو اپنے مرتبہ سے بڑھا مانند نصیریوں اور غالیوں کے۔ اور نہ اپنے مرتبہ سے گھٹا مانند خوارج ونواصب کے۔

علیؑ عبداللہ ہیں اللہ نہیں ؎

مردوں کو زندہ زندوں کی مشکلکشائی کی
خالق کی بندگی میں علی نے خدائی کی
بعد از نبی بزرگ ولیؑ قصہ مختصر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ اول مخلوق میرا روح ہے اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ رُوْحِیْ۔ اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِیْ۔ جب جوہرِ اول روح ونورِ محمدؐ ہے تو پہلے اس سے کہ محمدؐ اس جہان میں تشریف لائے نبی تھے۔ كُنْتُ نَبِيًّا وَّاٰدَمُ بَيْنَ الْمَاءِ وَالطِّيْنِ۔ اور اب جبکہ اس جہان سے تشریف لے گئے ہیں نبی ہیں لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کوئی اَوَّلَ النَّبِيِّيْنَ۔ نہیں مگر محمدؐ اور کوئی آخر النبیین نہیں مگر محمدؐ۔ اول بھی آپ ہی ہیں اور آخر بھی آپ ہی۔ جوہرِ اول یعنی محمد مصطفیٰؐ دو کام کرتا ہے۔ خداتعالیٰ سے لیتا ہے اور خلق کو پہنچاتا ہے۔ لیتے وقت **ولایت** ہے اور پہنچاتے وقت **نبوت** پس ولایت **باطن** نبوت ہے اور نبوت **ظاہر** ولایت۔ اور دونوں صفت محمدؐ ہیں۔ انسانِ کامل نبی ہے یا ولی۔ نبوت یا مطلقہ ہے یا مقیدہ۔ اسی طرح ولایت بھی یا مطلقہ ہے یا مقیدہ۔

**نبوتِ مطلقہ** وہ نبوت ہے جو ازل میں حاصل ہو۔ اور ابد تک باقی رہے۔ اور وہ بنا بر ذاتی و تعلیمِ حقیقی ازلی ہے۔ وہ ربوبیتِ عظیمہ اور سلطنتِ کبریٰ ہے۔ نبی مطلق خلیفۂ اعظم اور قطب الاقطاب ہے وہ انسان کبیر اور آدم حقیقی ہے۔ اسی کا نام قلمِ اعلیٰ و عقلِ اول و روحِ اعظم ہے۔ اسی معنی کی طرف اشارہ ہے اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِیْ وَ

خَلَقَ اللّٰہُ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ ۔ وَمَنْ رَاٰنِیْ فَقَدْ رَاٰنِیْ ۔ پہلی چیز جو خدا نے خلق فرمائی وہ نورِ محمدؐ ہے ۔ اور خدا نے محمدؐ کو اپنی صورت صفت پر پیدا کیا ہے ۔ اور جس نے محمدؐ کو دیکھا اُس نے حق تعالیٰ کو دیکھا ۔ اصطلاحِ محققین میں محمدؐ عین اللہ ہے ۔ عین اللہ وہ انسان کامل ہے جو متحقق بحقیقتِ برزخیۂ کبریٰ ہو ۔ جمیع علوم و اعمال کا استناد اسی انسان کامل کی طرف ہے ۔ اور تمام صفات و مراتب اسی کی طرف منتہی ہوتے ہیں خواہ وہ انسان رسول ہو ۔ یا وصی ۔ اور خواہ نبی ہو یا ولی جو کمالات کہ نبیؐ مطلق کو بحسبِ ظاہر حاصل ہیں وہی کمالات بحسبِ باطن ولیِ مطلق کو حاصل ہیں ۔ اسی کی طرف اشارہ ہے کہ اَنَا وَعَلِیٌّ مِنْ نُوْرٍ وَّاحِدٍ ۔ وَخَلَقَ اللّٰہُ رُوْحِیْ وَرُوْحَ عَلِیِّ ابْنِ اَبِیْطَالِبٍ قَبْلَ اَنْ یَّخْلُقَ الْخَلْقَ ۔ محمدؐ و علیؑ ایک نور سے ہیں ۔ خدا نے محمدؐ و علیؑ کی روحوں کو جمیع خلائق سے پہلے پیدا کیا ہے ۔ اِنَّ اللّٰہَ بَعَثَ عَلِیًّا مَعَ کُلِّ نَبِیٍّ سِرًّا وَّمَعِیَ جَھْرًا ۔ تحقیق خدا نے مبعوث فرمایا ہے علیؑ کو ہر نبی کے ساتھ باطن میں ۔ اور محمدؐ کے ساتھ ظاہر میں ۔ اور علیؑ اُس وقت بھی ولی تھے جبکہ آدمؑ پانی اور مٹی کے درمیان تھے ۔ چنانچہ خود فرماتے ہیں ۔ کہ کُنْتُ وَلِیًّا وَّاٰدَمُ بَیْنَ الْمَآءِ وَالطِّیْنِ ۔ اے عزیز وجود یا ظاہر ہے ۔ یا باطن ۔ ظاہر کو اوّل سے اور باطن کو آخر سے تعبیر کیا گیا ہے ۔ اوّل نزول بارگاہِ احدیت کی طرف سے کثرت خلقیت کی طرف ۔ اور آخر عروج ہے کثرتِ خلقیت کی جانب سے بحضرتِ احدیت بمقتضا ۔ ہم ظاہر و باطن انسان میں کبیر و صغیر ہے ۔ کبیر وجود ہے ۔ اور صغیر ایجاد ۔ وجود عقل ہے اور ایجاد نفس ۔ عقل علم ہے اور نفس کمال ۔ علم روح ہے ۔ اور کمال قلب ۔ روح کشف ہے اور قلب حال ۔ عقل حقیقتِ نبیؐ مطلق ہے کہ خاتم الانبیاء والرسلؐ ہے ۔ اور نفسِ کلیہ حقیقت

ولی مطلق ہے۔ یہ خاتم الاولیاء والاوصیاء ہے۔ کُنْتُ نَبِیًّا وَّ اٰدَمُ بَیْنَ الْمَاءِ وَالطِّیْنِ وَکُنْتُ وَلِیًّا وَّ اٰدَمُ بَیْنَ الْمَاءِ وَالطِّیْنِ۔ نبی و ولی نے یہ کلمات دوسرے انبیاء و اولیاء پر اپنی روشرف کی راہ سے فرمائے ہیں۔ جس سے معلوم و ظاہر ہوا کہ محمدؐ و علیؑ اس وقت بھی نبی و ولی بالفعل تھے جبکہ ابھی آدم پانی اور مٹی کے درمیان تھے۔ اگر وہ اس وقت بھی نبی و ولی بالفعل نہ ہوتے بلکہ دوسرے انبیاء و اولیاء کی طرح نبی و ولی بالقوۃ ہوتے تو مقام شرف و افتخار میں ان کا اس طرح سے فرمانا کچھ معنی نہ رکھتا۔ کیونکہ نبوت و ولایت دنیا میں آنے یا دنیا میں مبعوث ہونے سے پہلے تو ہر نبی و ولی کو بالقوۃ حاصل تھی چنانچہ قرآن مجید میں قول حضرت عیسےٰؑ ہے کہ قَالَ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰہِ اٰتٰنِیَ الْکِتٰبَ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا (پ ۱۶ ع ۵) کہا میں بندۂ خدا ہوں۔ مجھ کو خدا نے کتاب دی ہے۔ اور مجھے نبی کیا ہوا ہے۔ یعنی نبوت مجھ میں بالقوۃ موجود ہے۔ جو اپنے وقت پر ظاہر ہو جائے گی۔ محمدؐ و علیؑ اس وقت عقول و نفوس روحانیات و ملائکہ وغیرہم کو معرفت خدا و موجودات مخلوقات خدا کی خبر دیا کرتے تھے اور اب بھی فرمایا کرتے تھے۔ ہر نبی نے آپ ہی کے وسیلہ سے فیض الٰہی سے مستفیض ہو کر اپنی قوم و امت کو افاضہ فرمایا ہے۔ اور دعوت حق دی ہے۔ اور یہی حال علیؑ کا ہے۔ کہ ولی مطلق ہیں۔ وہ تمام ارواح و نفوس کو معارف و حقائق کا افاضہ فرماتے تھے کہ جو خدا تعالیٰ چاہتا تھا۔ کیونکہ علیؑ کو محمدؐ یعنے ولی قدیم کو نبی خاتم کے ساتھ وہی نسبت ہے۔ جو نسبت ہے نفس کلیہ کو عقل کل کے ساتھ۔ نفس نے جو کچھ بھی فائدہ حاصل کیا ہے عقل سے کیا ہے۔ اور افادہ و استفادہ دونوں خدا کے امر و اشارہ سے ہیں۔ در عالم حس میں دونوں شمس و قمر ہیں۔ استفادہ قمر شمس سے ہے۔ اور افادہ شمس قمر کے لئے نور ہے اور اسی طرح تمام کواکب و نجوم نے

اپنی اپنی قابلیت و استعداد کے موافق نورِ شمس سے فیض حاصل کیا ہے۔ کواکب مانند خلائق ہیں۔ اندریں صورت تمام خلائق نے صورت معنیٔ نبی و ولی محمدؐ و علیؑ کے وسیلہ سے فیض حاصل کیا ہے۔ اسی واسطے نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اَنَا کَالشَّمْسِ وَ عَلِیٌّ کَالْقَمَرِ وَ اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ۔ پس خاتم انبیا جمیع انبیا و رسل کے مرجع ہیں عالم ارواح میں بھی اور عالم اجسام میں بھی۔ اگرچہ بصورت جسمانی ہیں تمام انبیاء و رسل کے بعد دنیا میں تشریف لائے ہیں۔ اَنَا اَوَّلُ الْاَنْبِیَاءِ خَلْقًا وَّ اٰخِرُھُمْ بَعْثًا۔ اور یہی حال خاتم اولیا کا ہے۔ نورِ ولایت نورِ نبوت سے اور ولی نبی سے منفک و جدا نہیں ہو سکتے۔ دونوں میں فصل محال اور بلا فصل واجب ہے۔ ورنہ لازم آئے گا کہ نفس و عقل کے درمیان کوئی تیسری چیز بھی ہے۔ اور نورِ نفس نورِ عقل سے نہیں ہے۔ حالانکہ نورِ نفس نورِ عقل سے ثابت و متحقق ہے۔ محمدؐ و علیؑ کا عالم میں تصرف ویسا ہی ہے۔ جیسا کہ عقل و نفس کا تصرف ہے کل نفوس میں۔ اور عقل و نفس عالم خلق میں خدا تعالیٰ کے دو خلیفے ہیں محمدؐ علیؑ مخلوقات خدا میں دو خلیفے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فرماتے ہیں خَلَقَ اللّٰہُ رُوْحِیْ وَ رُوْحَ عَلِیٍّ مِّنْ شَیْءٍ وَّاحِدٍ وَ نُوْرِیْ وَ نُوْرُہٗ وَاحِدٌ وَ اِنَّہٗ مِنِّیْ وَ اَنَا مِنْہُ وَ نَفْسُہٗ نَفْسِیْ۔ اور آیۂ مباہلہ اَنْفُسَنَا۔ آیت و حدیث میں اشارہ تساوی و تماثل کی طرف ہے۔ تمام کمالاتِ محمدی سوائے نبوت کے علیؑ میں موجود ہیں۔ محمدؐ عقل اور علیؑ نفس کل عالم غیب شہادت و روحانی و جسمانی ہیں۔ ہر موجود کا علم و حیات و کمال علی الدوام و الاستمرار فائض منہ عقل اول و نفس کل کی وجہ سے ہے۔ اے عزیز نبوت عبارت ہے اخبار سے حقائق و معارف الٰہیہ کی۔ اسی کو نبوت مقیدہ و نبوت تعریف بھی

کہتے ہیں۔ اور اگر اس کے ساتھ تبلیغ کا ارشاد ہے تعلیم قیام سیاست بھی شامل ہے تو وہ
**نبوتِ تشریعیہ** ہے۔ اور اسی کو **رسالت** کہتے ہیں۔ اور اگر رسالت کے ساتھ تائید
غیب بھی ہو تو وہ **عزم** ہے۔ اُولُوا العَزمِ مِنَ الرُّسُلِ۔ تِلكَ
الرُّسُلُ فَضَّلنَا بَعضَهُم عَلَى بَعضٍ رکوع ۱ ، وَلَقَد فَضَّلنَا بَعضَ
النَّبِيِّينَ عَلَى بَعضٍ پ ۱۵ ۔ حق تعالیٰ نے بعض انبیاء کو بعض انبیاء پر۔ اور
بعض رسولوں پر فضیلت دی ہے اور رسولوں میں سے بعض اولو العزم ہیں۔ پس عزم
خصوصی مرتبہ ہے رسالت میں۔ اور رسالت خصوصی مرتبہ ہے نبوت میں۔ اور نبوت خصوصی
مرتبہ ہے ولایت میں۔ **ولایت** اطلاق ہے معارف و حقائق پر کشف و شہود، اخذ
کی طرف سے ذاتیہ بغیر کسی واسطہ فرشتہ یا بشر کے۔ ولایت فلک قطبی ہے جو محیط بالکل
ہے جبکہ نہ عزم تھا نہ رسالت نہ نبوت۔ اور جو کچھ تھا ولایت ہی کے ساتھ تھا۔ اور اسی
کے سبب سے تمام انبیاء و رسل میں نبوت و رسالت جاری ہوتی ہے۔ جبکہ کسی ممکن اور
حادث ممکن کا نہ کوئی شعور تھا نہ تمیز۔ توحید و صفاتِ حق و احکامِ حق سب ولایت ہی کے
ذریعہ ظاہر ہوئے۔ اسی سے کہا گیا ہے کہ قوتِ نبوت بسبب قوتِ ولایت ہے۔ پس
ولایت صفتِ الٰہی و صفتِ ذاتی و کمالِ ذاتی ہے۔ پیدا ہوتی ہے سوادِ غیب حق سے حق
کے لئے اول ہی متعلق صورتِ حقیقتِ کمالیہ ستیہ وہبیہ پر۔ اور قوتِ نبوت اسم باطن کے
سوادِ غیب سے پیدا ہوتی ہے۔ پس اس وجہ سے نبوت خصوصی مرتبہ ہے ولایت میں۔ پس
وجہ ظاہر ہوتی ہے متعلق مرتبہ ہر تجلی میں حضوری مدبر ہر شخص تنوع و ظہور فرماتا ہے ان
اشخاص میں کہ جو نہایت نبوت کے حقوق کو بمعاد تفصیل ظاہر کرنے والے ہیں۔ تا آنکہ اس کے
ذریعہ امورِ حقایق کو غایت کمال نہ جمیع صورِ حقایق کی طرف منتہی کرتا ہے۔ اور حقایق نبوت

جو ذکر کئے گئے ہیں ۔ تو پر قیاس کر لے ولایت کو بھی ۔ ولایت اس وجہ سے کہ صفتِ الٰہیہ سے مطلقہ ہے ۔ اور اس وجہ سے کہ اس کا استناد انبیاء و اولیاء کی طرف ہے مقیدہ ۔ اور مقیدہ بسبب مطلق کے قائم ہوتی ہے ۔ اور مطلق ظاہر ہے مقیدوں میں ۔ اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا (پ ۶ ع ۱۲) پس نبوت انبیاء جزئیات نبوت مطلقہ ہیں اور اسی طرح ولایت اولیاء جزئیات ولایت مطلقہ ۔ اسی ولایت کے معنی کی طرف اشارہ فرمایا ہے امام رضا علیہ السلام نے کہ امام یگانۂ روزگار ہوتا ہے ۔ کوئی شخص اس کے رتبے کو نہیں پہنچ سکتا ۔ کوئی عالم اس کا ہم پلہ نہیں ہو سکتا ۔ اس کا بدل و عوض نہیں مل سکتا ۔ نہ اس کا کوئی مثل ہوتا ہے نہ نظیر ۔ وہ تمام فضل خداوندی سے مخصوص ہوتا ہے بلا اس کے کہ اس کو کسی سے کسب تحصیل ہو ۔ وہ کسی سے طلب کرے ۔ بلکہ یہ صرف خداوند متفضل وہاب کا اختصاص ہے ۔ کون ہے جو معرفت امام کو پہنچ سکے ۔ یا امام کے نصب کرنے کا اس کو اختیار ہو ۔ بہت بعید ہے بہت بعید ہے ۔ عقلیں یہاں حیران و سرگرداں ہیں ۔ اور دل کی آنکھیں اس کے ادراک سے درماندہ ۔ ختم ایک مرتبہ ہے کہ دوسرا مرتبہ اس کے اوپر نہیں ہے ۔ یہ وہ مقام ہے کہ سوائے ایک شخص مخصوص کے اس مقام پر نہ کوئی نبی ہے نہ کوئی ولی ۔ بلکہ سب ایک اس کی طرف راجع ہیں ۔ اگرچہ صاحب مقام ہذا یعنی خاتم اپنے وجود طینت میں متاخر ہی ہو ۔ خاتم نبوت مطلقہ ہمارے نبی محمد مصطفٰے ہیں ۔ اور خاتم ولایت مطلقہ علی مرتضیٰ ۔ نبوت مقیدہ ۔ بالمرتبہ یعنی نبوت تشریعی حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوئی ۔ اور محمد پر ختم ۔ اسی واسطے آپ خاتم النبیین ہیں ۔ اور اسی طرف آپ نے اشارہ فرمایا ہے کہ مَثَلُ النُّبُوَّۃِ مَثَلُ دَارٍ مَعْمُوْرَۃٍ لَمْ یَبْقَ فِیْهَا اِلَّا مَوْضِعُ لَبِنَۃٍ وَکُنْتُ تِلْکَ اللَّبِنَۃَ ۔ نبوت کی مثال

ایک بھرے تعمیر شدہ گھر کی مثال ہے جس میں سوائے ایک اینٹ کی جگہ کے کوئی جگہ باقی نہیں۔ اور میں وہی اینٹ ہوں۔ نبی ظاہر عقل کے خلاف تقریر نہیں کیا کرتا۔ مانند اس کے کہ خدا ایک سے زیادہ ہیں۔ نبی طاعت خدا کی دعوت دیا کرتا ہے۔ اور نافرمانی خدا سے منع کرتا ہے۔ صاحب معجزہ ہوتا ہے۔ **معجزہ** وہ فعل ہے کہ خارق عادت ہو۔ بشر اُس کے مثل لانے سے عاجز ہو۔ اور **تحدی** وہ ہے کہ نبی اپنی اُمت سے کہے کہ اگر تم یہ قول قبول نہیں کرتے تو لے آؤ تم بھی مثل اس فعل کی۔ بغیر تحدی یا بغیر دعویٰ نبوت کوئی ایسا فعل کر کے دکھا یا جاوے کہ جس کے دکھانے سے بشر عاجز ہو تو وہ کرامت ہے۔ اور کرامت مختص باولیا ہے۔ نبی و امام اپنی اوّل سے آخر تک معصوم ہوتے ہیں۔ ائمہ بعد محمد مصطفےٰ نبارہ کے گیارہ ہیں اور نہ بارہ کے تیرہ۔ بس بارہ ہی ہیں۔ اوّل ان کے علی مرتضیٰ ہیں اور آخر مہدیؑ۔ مہدی وہ ہیں کہ جن کے ظہور کا وعدہ دیا گیا ہے۔ وہ بقیۃ اللہ ہیں فی بلدہ و کلہ۔ زمانہ میں صاحب الامر ہیں۔ یَاأَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا أَطِیعُوا اللّٰهَ وَ أَطِیعُوا الرَّسُولَ وَأُولِی الْأَمْرِ مِنْكُمْ (پ ۵) شب قدر میں ہر قسم کا امر لیکر ملائکہ و روح ان کے پاس نازل ہوتے ہیں۔ تَنَزَّلُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِمْ مِنْ كُلِّ أَمْرٍ (پ ۳۰) بیشک اولوالامر صاحب الامر موجود۔ اما اُس کی غیابت غیابت شمس۔ اور فوائد غیابت ظاہر۔ عالم غیب و مغیاب کا وجود بمصلحت واجب الوجود۔

## عصر واحد میں دو امام کا ہونا ناجائز ہے

کیونکہ خلق فیض و استفادہ میں مانند معلول ہے۔ اور امام افاضہ تعلیم میں مانند علت۔ ایک معلول کی دو علتیں ہونا خلاف ہے۔ امام متصرف ہے مادۂ عالم عنصری میں۔ اور

[illegible] جمیع اشیاء [illegible] سے [illegible] وجود کی [illegible] بدن [illegible] نفس کو [illegible]

میں [illegible] مقصود ہے اصلا [illegible] ایک [illegible] سے نوع [illegible] حاصل ہوگی اور

دوسرے کا وجود [illegible] کی [illegible] حقیقت ہوگی [illegible]

[illegible]

[illegible] بعض الله [illegible] من [illegible] حجتہ [illegible]

[illegible] انعام [illegible]

[illegible] ہیں [illegible]

## ولایت اعظم ہے نبوت اور نبی اعظم ولی ہے

کیونکہ جو بعقل [illegible] کا نام نبوت ہے۔

اور [illegible] تبلیغ کرے

نص [illegible] اور جبکہ ولایت نبوت

و رسالت کسی ایک ہی [illegible] اشرف ہے اُس کی نبوت سے

اور اُس کی نبوت [illegible] نبوت بغیر ولایت کے ممتنع

ہے [illegible] رسالت بغیر نبوت کے [illegible] اور ہر ایک نبی ولی

مگر ہر ایک ولی نبی نہیں۔ اور [illegible] نبوت ہے اور ولی

کے لئے مرتبہ نبوت نہیں۔ ولی ہمیشہ [illegible] رسول۔ وَهٰذِہٖ

قاعدۃ مطردۃ [illegible] ولایت مطلقہ [illegible] واشرف و اعلیٰ

ہے مرتبہ نبوت سے [illegible] کہ ولایت [illegible] نبی نہیں ہو سکتا جب تک

[illegible] ہوا اور جب [illegible] نبوت [illegible] اور اسکی علامت [illegible] اسلئے کہ [illegible] ولایت

وحدۃ مطلقہ ہے کہ جہاں ملک مقرب کو رسائی ہے۔ اور نہ نبی مرسل کو۔ اور کمال نبوت کثرت
حاصلہ کی وجہ سے ہے۔ خاتم الانبیاءؑ فرماتے ہیں کہ اِنِّی اُدِّیْ بِکُمُ الْاُمَمَ۔ اور آیہ
اِنَّا اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَر۔ اور لاریب مقام وحدۃ اصل واشرف واعلیٰ ہے مقام کثرت
سے۔ پس قوت نبوت حسب قوت ولایت ہے۔ ثالثاً دائرہ ولایت محیط ہے دائرہ نبوت کو۔
محل ولایت وسیع ہے محل نبوت سے۔ حقیقت ولایت بسیط ہے حقیقت نبوت پر۔ ولایت
مانند جنس ہے۔ نبوت ولایت خاصہ ہے۔ داخل ہے تحت مطلق ولایت ہیں۔ ولایت عام
ہے نبوت خاص ہے۔ ولایت کی بساطت حقیقت ہیں وحدۃ و عدم ترکیب ہے بخلاف نبوت۔
صاحب بحر المعارف نے نقل کیا ہے کہ سید حیدر علی آملی کی کتاب جامع الاسرار میں ہے کہ
شیعہ متفق ہیں اس پر کہ جناب امیر المومنین علیہ السلام بعد از محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
جمیع انبیاء و اولیاء سے اعظم ہیں۔ اور اسی طرح آپکی اولاد معصومینؑ بھی۔ اس سے بعد صاحب
بحر المعارف لکھتے ہیں کہ عند التحقیق مرتبہ ائمہ علیہم السلام کا من حیث الولایت اعظم ہے
مرتبہ جمیع انبیاء و رسل سے سوائے محمد مصطفےٰؐ کے۔ ورنہ مرتبہ نبوت و رسالت اعظم ہے اس
کہ کوئی مرتبہ دنیا و آخرت نبوت و رسالت سے اوپر ہو۔ اور اسی لئے اولیاء و اوصیاء ہمیشہ انبیاء
و رسل کے محتاج رہے قوانین شرعیہ اور احکام الہیہ میں چنانچہ قول جناب امیر المومنین علیہ السلام
ہے۔ تعلمت من رسول اللہ الف باب من العلم ففتح لی بکل
باب الف باب وغیرہ ذلک من الاخبار۔ اسمٰعیلیہ کو اسی واسطے محمد جانتے ہیں کہ وہ علیؑ
کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اعظم جانتے ہیں۔ اور نصیریہ اسی واسطے محمد کہتے
ہیں کہ وہ علیؑ کو خدا سمجھتے ہیں۔ نعوذ باللہ منہم ومن تابعیہم۔

**انبیاؑ و مرسلین کے چار طبقے ہیں** ۔ ایک وہ کہ اپنے ہی نفس میں

نبی ہو - اور دوسرے پر مبعوث نہ ہو - دوسرا وہ کہ خواب میں دیکھتا ہے - آواز کو سنتا ہے - مگر بیداری میں نہیں دیکھتا - اور کسی دوسرے پر مبعوث نہیں ہوا - اور اُس پر امام ہے - تیسرا خواب میں دیکھتا ہے - آواز فرشتہ کو سنتا ہے اور بیداری میں بھی فرشتہ کو دیکھتا ہے - اور کسی گروہ کی طرف مبعوث ہے - اور اُس پر امام ہے - چوتھا وہ کہ خواب میں دیکھتا ہے - آواز کو سنتا ہے - بیداری میں دیکھتا ہے - اور امام ہے - کتاب مقصد اقصیٰ میں سعد الدین حموی سے منقول ہے کہ جوہر اول کے ہر دو طرف آں جہان میں وہ مظہر ہیں - اس طرف کا مظہر نبوت ہے کہ اس کا نام خاتم انبیاء ہے اور اس طرف کا مظہر ولایت ہے کہ اس کا نام صاحب الزمان ہے - **صاحب الزمان** کے بہت سے نام ہیں جیسا کہ جوہر اول کے بہت سے نام ہیں - صاحب الزمان علم کمال و قدرت کمال رکھتے ہیں - علم و قدرت اُن کے ہمراہ کئے گئے ہیں جب ظہور فرمائیں گے تو زمین کو جور و ظلم سے پاک کرکے پُر از عدل و انصاف کریں گے - مگر آپ کا وقت ظہور معلوم نہیں ہے -

جب تو نے جان لیا کہ ولایت باطن نبوت ہے - اور ولایت و نبوت دونوں صفت محمد ہیں - تو سمجھ کہ صفت محمد ظاہر تھی اور وضع صورت کرتی تھی - اور محمد نے وضع صورت کو آشکارا کر دیا تھا - جس قدر پیغمبر آئے ہیں وضع صورت کر رہے تھے جس کو محمد نے تمام کیا - جب وضع صورت تمام ہوئی **نبوت تمام ہوگئی - اب نوبت ولایت ہے** کہ آشکارا ہو - وہ حقائق کو آشکارا کرے - جب صاحب الزمان ظہور کریں گے ولایت ظاہر ہو جائے گی - اور حقائق آشکارا ہوں گے - اور صورت پوشیدہ ہو جائے گی - ابھی تک تو لوگ علم ظاہر میں مشغول بحث تھے - کیونکہ وقت نبوت تھا - اور نبوت وضع صورت کر رہی تھی - اور جب وضع صورت تمام ہوئی

اور نبوت بھی تمام ہوئی [illegible] وقت [illegible] ہے [illegible] خلق

آ [illegible] ہو جائیں گے۔ ربوبیت [illegible] ہوگی تو حقیقت [illegible]

بیان و صفات [illegible] کریں گے [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] نوح

[illegible]

[illegible]

[illegible] والامر

[illegible]

معقول [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

کے [illegible] معمول [illegible]

[illegible] ت [illegible] نہ [illegible] لوگ جیسے [illegible] خفتہ ہیں اور جیتے مردہ [illegible]
[illegible] حدیث النّاس نیام فاذا ماتوا انتبھوا لوگ سوتے ہیں۔ پھر
[illegible] تو [illegible] ہوئے۔ اور [illegible] اَمْوَاتٌ غَیْرُ اَحْیَاءٍ مردے ہیں غیر
[illegible] وَمَا اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ [illegible] سننے والا
[illegible] جو قبروں [illegible] پڑے ہیں [illegible] سے مر گیا وہ خواب
سے اٹھ [illegible] اور قیامت [illegible]۔ فاذا ماتوا انتبھوا من مات
فقد قامت قیامتہ [illegible] ہوئی [illegible] لوگ دو قسم کے
[illegible] موتوا قبل ان تموتوا [illegible]
[illegible] [illegible] ہوگے
[illegible]
[illegible]
[illegible] من اللہ [illegible]
[illegible]
[illegible] انما انت منذر ولکل
قوم ھاد [illegible] نہیں [illegible]
[illegible] انا [illegible]
[illegible] یسئلونک عن الساعۃ
ایان مرسٰھا فیم انت من ذکرٰھا الٰی ربک منتھٰھا۔ انما انت
منذر من یخشٰھا [illegible] ہوئی۔ تو آپ کے

مذکورہ کس بات میں ہے۔ اس کا منتہیٰ یہ ہے رب ہی کی طرف ہے۔ تو ڈرانے والا
اسکو جو اس سے ڈرتا ہو۔ قیامت روز ثواب ہے اور شریعت روز عمل۔ آج عمل بلا ثواب ہے
اور قیامت بے عمل۔ پیغمبر روز قیامت گواہ ہونگے۔ فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِن كُلِّ أُمَّةٍ
بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ شَهِيدًا ۚ پس کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت میں
سے گواہ لاویں گے۔ اور تجھکو ان گواہوں پر گواہ لاوینگے۔ حکم قیامت اور ہے۔ وَجِيءَ
بِالنَّبِيِّينَ وَالشُّهَدَاءِ وَقُضِيَ بَيْنَهُم بِالْحَقِّ ۚ اور لایا جاوے گا انبیاء و شہداء کو اور فیصلہ
کیا جاویگا ان کے درمیان ساتھ حق کے۔ **شریعت** راہ راست ہے جو شروع سے ہی کیا ہے۔
اور قیامت مقصد۔ صاحب شریعت کہتا ہے کہ مَا أَدْرِي مَا يُفْعَلُ بِي وَلَا بِكُمْ
میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا ہوتا ہے اور تمہارے ساتھ کیا کیا جاویگا۔ مخلوقات سالک ہیں اور
جبتک مقصد کا کوئی اثر سالک کو نہ پہنچے وہ سلوک نتیجہ نہیں کریگا۔ کیونکہ جبتک تک مقصد سے آگاہ
نہیں ہوگا اس کی طرف راغب نہ ہوگا۔ اور مقصد سے آگاہی **معرفت** ہے۔ اور اس کی طرف
رغبت **محبت**۔ پس جبتک عارف کو محبت نہ ہوگی سلوک میں نہیں پڑیگا۔ اور معرفت و
محبت اثر وصول ہے۔ اور اس کا کمال عین وصول۔ اور اسکو **حشر** کہتے ہیں۔ اَلْمَرْءُ يُحْشَرُ
مَعَ مَنْ أَحَبَّ۔ آدمی کا حشر اسی کے ساتھ ہوگا کہ جس سے وہ محبت رکھتا ہے۔ اور آگاہی
میں مراتب ہیں۔ جیسے **ظن و علم و ابصار**۔ ظن اس جہان کی وجہ سے ہے اور علم اس
جہان کی وجہ سے۔ اسجگہ آیہ أَلَا إِنَّهُمْ فِي مِرْيَةٍ ۚ خبردار ہو وے کہ وہ شک و شبہ میں ہیں۔ اور
اسجگہ ثُمَّ يَجْمَعُكُمْ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ لَا رَيْبَ فِيهِ۔ پھر نکالیگا تم کو روز قیامت
کی طرف کہ جس میں کوئی شک و شبہ نہیں۔ اور علم اس جہان کی وجہ سے ہے اور مشاہدہ رویت اس
جہان کی وجہ سے۔ كَلَّا لَوْ تَعْلَمُونَ عِلْمَ الْيَقِينِ لَتَرَوُنَّ الْجَحِيمَ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ

الْیَقِیْنِ۔ کاش کہ جانو تم جاننا یقین کا۔ البتہ دیکھو گے تم دوزخ کو۔ پھر البتہ دیکھو گے تم دیکھنا یقین کا۔ اثر اوّل کہ وصول سے سالک کو پہنچتا ہے **ایمان** ہے۔ اور اثر دوم **ایقان**۔ ایمان تصدیق ہے وَمَا اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا۔ اور ایقان تحقیق۔ اِنَّ ھٰذَا لَھُوَ الْحَقُّ الْیَقِیْنُ۔ پ ۔ ایمان اس چیز کی محبت کی وجہ سے ہے کہ جس سے عالم غیب میں محجوب ہیں۔ یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ۔ پ ۔ اور ایقان اس چیز کی محبت کی وجہ سے ہے کہ جس سے عالم شہادت میں مشاہد ہیں۔ پس ایمان نصیب اہل دنیا ہے۔ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ اور ایقان نصیب اہل آخرت وَبِالْاٰخِرَۃِ ھُمْ یُوْقِنُوْنَ۔ اس جگہ اُوْتِیْتُمُ الْیَقِیْنَ (تم کو یقین دیا گیا ہے) کہتا ہے۔ اور دعوت با ایمان ہے کہ اٰمِنُوْا بِرَبِّکُمْ۔ ایمان لاؤ اپنے رب کے ساتھ۔ ایمان کا کمال ایقان کے ساتھ ہے۔ وَاعْبُدْ رَبَّکَ حَتّٰی یَاْتِیَکَ الْیَقِیْنُ پ ۱۴ ع ۶۔ عبادت کر اپنے رب کی یہاں تک کہ آوے تجھکو یقین۔

ایمان کے مراتب ہیں۔ اوّل قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰکِنْ قُوْلُوْا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا یَدْخُلِ الْاِیْمَانُ فِیْ قُلُوْبِکُمْ پ ۲۶ ع ۱۴۔ اعراب نے کہا کہ ہم ایمان لائے۔ کہہ کہ تم ایمان نہیں لائے۔ ولیکن کہو کہ اسلام لائے ہم۔ اور ابھی ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا ہے۔ دوم۔ قَلْبُہٗ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِیْمَانِ۔ دل ایمان کے ساتھ مطمئن ہو۔ سیّم۔ یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا پ ۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو ایمان لاؤ۔ پس ایمان ہے بعد ایمان کے۔ اِذَا مَا اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا پ ۔ جب پرہیزگاری کی اور ایمان لائے اور عمل صالحہ بجا لائے۔ پھر پرہیزگاری کی اور ایمان لائے۔ **ایمان کی شرائط** بھی ہیں۔ فَلَا وَرَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَھُمْ ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْٓ اَنْفُسِھِمْ حَرَجًا فِیْمَا

قَضَیْتَ وَیُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا - پ ۵ ع ۶ - قسم ہے تیرے پروردگار کی وہ ایمان نہیں لا سکتے۔
جب تک کہ تجھے حاکم نہ کریں اس چیز میں کہ جس میں ان کے درمیان جھگڑا پڑ جاوے پھر نہ پاویں اپنے
دلوں میں کوئی حرج اس چیز کی طرف سے جو حکم کر دیا تو نے - اور تسلیم کریں پورا پورا تسلیم کرنا - اول
**انقیاد** فرمان - بعد ازآن **رضا** بقضاء - بعد ازآن **تسلیم** - یقین کے بھی مراتب ہیں
كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ
لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِيْنِ ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ
النَّعِيْمِ - پ ۳۰ ع ۲۷ - نہیں نہیں جلد جان لوگے تم - پھر نہیں نہیں جلد جان لوگے تم - نہیں نہیں
اگر جان لوگے تم جاننا یقین کا تو البتہ دیکھو گے دوزخ کو - پھر البتہ دیکھو گے اس کو
دیکھنا یقین کا پھر پوچھے جاؤ گے تم اس دن تحقیقت نعمت سے کیونکہ یہی زبان کے لیے حجاب
باقی ہیں سب بیرونی - اور نعمت باقی ہے بسبب اس کے گمان کرتے ہیں کہ قیامت از روئے
زمان دور ہے - وہ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَائِمَةً وَهُمْ بِمَكَانٍ دُوْرٍ - وَيَقْذِفُوْنَ
بِالْغَيْبِ مِنْ مَكَانٍ بَعِيْدٍ - یہ گمان نہیں کرتے کہ قیامت قائم ہونیوالی ہے اور وہ
مکان دور میں ہیں - اور وہ بات دیکھنے کی جانتے ہیں - مکان دور سے - اور اہل یقین جانتے
ہیں کہ قیامت از روئے زمان قریب ہے - اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَهُمْ بِمَكَانٍ وَاُخِذُوْا
مِنْ مَكَانٍ قَرِيْبٍ يَوْمَ يَرَوْنَهٗ بَعِيْدًا وَنَرٰهُ قَرِيْبًا - نزدیک آئی قیامت
اور وہ مکان میں ہیں - اور پکڑے گئے مکان نزدیک سے - وہ دن کہ جس کو وہ دور دیکھتے ہیں اور
ہم اس کو قریب دیکھتے ہیں پیغمبرؐ نے ہاتھ بڑھا کر میوہ بہشت پکڑ لیا - اور جب تک حارثہؓ نے اس
حال کا مشاہدہ نہ کیا بوجہ کہ حارثہؓ مومن حقیقی تھا حکم نہ لگایا - جبکہ اس سے جناب امیرالمومنینؑ
نے دریافت کیا کہ اے حارثہ کیسے صبح کی تو نے - اس نے جواب دیا کہ صبح کی میں نے درآنحالیکہ

میں مومن ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ ہر حق کی حقیقت ہے۔ پس تیرے ایمان کی کیا حقیقت ہے
اُس نے جواب دیا کہ میں نے دیکھا اہل جنت کو کہ آپس میں ایک دوسرے کی زیارت
کررہے۔ اور میں نے دیکھا اہل نار کو کہ آپس میں ایک دوسرے سے دُور ہو رہے ہیں۔
اور میں نے دیکھا کہ عرش رفیع ظاہر ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اے حارثہ تو راستی اور درستی کو
پہنچ گیا۔ پس اسی پر قائم رہنا۔ اے عزیز محمدؐ و آل محمدؐ علیہم الصلوٰۃ والسلام حجۃ اللہ ہیں
باب اللہ ہیں۔ لسان اللہ ہیں۔ وجہ اللہ ہیں۔ عین اللہ ہیں۔ بندگان خدا ہیں۔
ولاۃ اللہ ہیں۔ خزانہ علم اللہ ہیں۔ گنجینہ وحی اللہ ہیں۔ اہل دین اللہ ہیں۔ انہی پر کتاب
اللہ نازل ہوئی۔ انہی کے ذریعے معرفت حق تعالےٰ حاصل ہوتی ہے۔ اگر یہ نہ ہوتے تو
خدا کو پہچان نہیں سکتے تھے۔ جیسا کہ حدیث قدسی اور کلام خدا سے ثابت ہے لَوْلَاکَ
لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ۔ وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ
(پ ۱۷)۔ یہی حرف اشارہ ہے **عین الحیوٰۃ** کا۔ یہ باطن آل محمدؐ ہیں۔ جس نے عین الحیوٰۃ سے
پانی پی لیا وہ کبھی نہیں مرے گا۔ کیونکہ وہ حیات حق کے ساتھ زندہ ہے۔ یہی عین الحیوٰۃ کے
پانی کی طرف اشارہ ہے وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ کُلَّ شَیْءٍ حَیٍّ (پ ۱۷ ع ۳) وَکَانَ
عَرْشُہٗ عَلَی الْمَآءِ (پ ۱۲ ع ۱)۔ عَیْنًا یَّشْرَبُ بِہَا عِبَادُ اللّٰہِ یُفَجِّرُوْنَہَا
تَفْجِیْرًا (پ ۲۹ ع ۱۹) اور ہم نے ہر چیز کو پانی سے زندہ کیا ہے اور عرش الٰہی پانی پر ہے چشمہ
ہے کہ پیتے ہیں اُس سے بندگان مقربین۔ رواں کرتے ہیں اُسکو رواں کرنا۔ یہی چشمہ
کافوری ہے اور اسی کا نام **حوض کوثر** ہے۔ اِنَّ الْاَبْرَارَ یَشْرَبُوْنَ مِنْ
کَاْسٍ کَانَ مِزَاجُہَا کَافُوْرًا (پ ۲۹ ع ۱۹)۔ اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ (پ ۳۰ ع ۳۳)
اَللّٰہُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ۔ ختم نہیں ہے۔ دعا ہے کہ بار الٰہا اپنے خزانۂ

رحمت محمد و آلِ محمد سے ہمیں رحمت عطا فرما۔ پس وہ بذریعۂ ملائکہ اس خزانہ سے ہمیں رحمت عطا فرماتا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا (پ ۲۲ ع ۴)

اسی رحمت نبی کے طفیل سے ہم ظلمات سے نکل کر نورِ معرفت و ایمان کو پاتے ہیں۔ هُوَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۭ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا (پ ۲۲ ع ۳) وہی ہے جو **صلوات** بھیجتا ہے تم پر اور ملائکہ اس کے تاکہ تمہیں ظلمات سے نور کی طرف نکالے۔ اور وہ مومنین کے حق میں رحیم ہے۔ **کتب انبیا** حضرت احدیت سے نازل ہوئی ہیں ـــ اور **حدیث قدسی** حضرتِ واحدیت سے۔ یہ حد واحدیت ہے۔ اور ہر واحد احد نہیں اور **حدیث نبوی** حضرت ربوبیت سے۔ تینوں ایک ہی زبان سے نکلے ہیں۔ لیکن بحسب مکان و مرتبہ۔ **کتاب** اولاً عقلِ اوّل پر نازل ہوئی ہے۔ اور وہ **اُمّ الکتاب** ہے مجملاً۔ پھر نازل ہوئی ہے نفسِ کلیہ کی طرف اور وہ **کتابِ مبین** ہے مفصلاً۔ بعد ازاں نازل ہوئی ہے عالمِ ارواح اور نفوسِ مجردہ کی طرف۔ پھر عالمِ اجسام اور مرکبات کی طرف۔ اوّل کا نام افاضۂ حضرتِ الٰہیہ ہے عقلِ کلی پر۔ اور وہ **وحی** ہے۔ دوم کا نام افاضۂ عقلِ کلی ہے نفسِ کلیہ پر۔ اور وہ **الہام** ہے مقامِ نبوت میں۔ سیوم کا نام افاضۂ نفسِ کلیہ ہے ارواح و نفوسِ مجردہ پر۔ اور وہ **کشف** ہے مقامِ رسالت میں۔ پس اوّل مخصوص بالرسالت ہے۔ اور دوم مخصوص بالنبوت۔ اور سیوم مخصوص بالولایت۔ **فراست و حدس** اور جو کچھ اس قبیل سے ہے وہ کشف و وحی خفی نہ جلی اور الہام عام نہ خاص کی وجہ سے ہے۔

حاصل یہ ہے کہ انسان جب وحدتِ صرفہ کے مقام میں جانا حضرتِ احدیت ذاتیت ہو تو اُس وقت جو کچھ اُس سے صادر ہو اُس کا نام **کلامِ الٰہی** ہے۔ اور چونکہ وہ اُس وقت بعد فنا، مقامِ بقاء میں ہوتا ہے اور اُس کے اور حضرت الہیت کے درمیان کوئی حجاب و واسطہ نہیں ہوتا اُسے عرف میں **وحی خفی** کہتے ہیں۔ اور جب وہ مقامِ نبوت میں ہو اور خدا کی طرف سے دعوتِ اخبار و رسالت میں ہو بواسطہ کسی فرشتہ کے تو اُس وقت جو کچھ اُس سے صادر ہو اُس کا نام **حدیثِ قدسی** ہے۔ اور اُسے عرف میں **وحیِ جلی** کہتے ہیں۔ کیونکہ وہ یہاں مقامِ خلافت میں ہے۔ اور وسیلہ ہے درمیان خلق و خالق کے بواسطۂ فرشتہ۔ فرشتہ اپنے تجردِ ذاتی اور تقدسِ وصفی کی وجہ سے اُس حضرت میں بہ نسبت نبی اقرب ہے۔ کیونکہ نبی دعوتِ خلق اور ارشادِ خلق سے متعلق ہے۔ بلا تشبیہ بادشاہ اور نائبِ بادشاہ کے درمیان چپڑاسی وسیلہ ہے۔ اور جب مقامِ رسالت میں ہو تو جو کچھ اُس سے صادر ہو اُس کا نام **حدیثِ نبوی** ہے۔ جو وحی جلی و الہام و کشف و فراست و کرامت وغیرہ سے حاصل ہوتی ہے۔ اور جب آدمی مقامِ بشر و عالمِ طبیعت میں ہو تو جو کچھ اُس سے صادر ہو وہ **کلامِ بشری و حدیثِ بشری** ہے۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ۔ اے عزیز جس طرح سے حقیقتِ انسانیہ کیلئے عالمِ کبیر میں ظہوراتِ تفصیلی ہیں۔ اسی طرح سے اُس کے لئے انسان میں ظہوراتِ اجمالی ہیں۔ سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ (پ ۲۵ ع ۱) ہم اُنہیں اپنی نشانیاں دکھاتے ہیں آفاق میں اور اُن کے اپنے آپ میں۔ حقیقتِ انسانیہ کا اول مظاہر اُس میں صورتِ روحیۂ مجردہ

ہے۔ جو صورت عقلیہ کے مطابق ہے۔ پھر صورت قلبیہ ہے جو مطابق ہے اس صورت کے جو نفس کلیہ کی ہے۔ اور مطابق ہے نفس ناطقہ فلکیہ وغیرہ کے۔ پھر صورت دخانیہ لطیفہ ہے جسکو اہل روح حیوانیہ کہتے ہیں۔ جو مطابق ہے ہیولیٰ کلیہ کے۔ پھر صورت دمویہ ہے جو مطابق ہے صورت جسم کلی کے۔ پھر صورت اعضائیہ ہے جو مطابق ہے اجسام عالم کبیر کے۔ ان تنزلات کی وجہ سے مظاہر انسانیہ میں تطابق درمیان دو نسخوں یعنی دونوں عالم کے حاصل ہے۔ یہی سبب ہے انسان کو **عالم صغیر** کہتے ہیں۔ عالم صغیر مشتمل ہے تین صحف پر۔ اس جہت سے کہ روح انسانی روح عقل کل کا مجلا ہے۔ کتاب عقل ہے جسے کہتے ہیں **ام الکتاب**۔ اور اس جہت سے کہ قلب اس کا لوح ہے **محفوظ و کتاب مبین** ہے۔ اور اس جہت سے کہ نفس اس کا نفس حیوانیت سے **کتاب محو و اثبات** ہے۔ اور جسم انسان کی جہت سے **کتاب مسطور** ہے۔ اور حیثیت مجموعی نسخہ کی وجہ **جامع الکل** ہے۔ اور وہی ہے وہ نسخہ جامعہ کل میں اور مرشد مدد اس کی آیات و کلمات کے تحت میں ہے۔ جب تک ... میں ہے وہ جامع کل ... کیسے پیدا ہوتا ہے۔ کل ... اور وہ موجود ہے۔ وہ مظہر ذات مقدسہ ہے اور کمالات ذات مقدسہ ... مرتب ہیں۔ اور عالم مظہر اسماء و صفات و افعال ہے۔ اور اسماء و صفات و افعال مرتب بر ذات مقدسہ ہیں۔ کتاب مبین علیہ السلام فرماتے ہیں ؎

دواؤکَ فیکَ وما تشعرُ ۔ وداؤکَ منکَ ولا تبصرُ

تیری دوا تجھ ہی میں ہے اور تجھے شعور نہیں۔ اور تیرا درد تجھ ہی سے ہے اور تو دیکھتا نہیں۔

وتزعمُ انکَ جرمٌ صغیرٌ ۔ وفیکَ انطوی العالمُ الاکبر

اور تو گمان کرتا ہے کہ تو جرم صغیر ہے اور حالانکہ تجھ میں عالم اکبر سمایا ہوا ہے۔

وَاَنْتَ الکتٰبُ المبینُ الذی ۔ بحرفہٖ یظہر المظہر

اور تو وہ کتاب روشن ہے کہ جس کے حروف سے راز واسرار ظاہر ہوتا ہے۔

وَاَنْتَ الوجودُ ونفسُ الوجودِ ۔ وَمَا فیکَ موجودٌ لا یحصر

اور تو وہ موجود ہے اور نفس وجود کا ہے۔ اور جو کچھ تجھ میں موجود ہے وہ حد نہیں رکھتا جو کچھ کہ شمار میں ہو تو اس میں بعد آتا ہے آفاقی انسان سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں ہے۔ اور اگر انسان کتاب آفاقی میں نہ ہوتو آفاق کا یہ مرتبہ نہ ہوا۔ کیونکہ شرف وفضل آفاق انسان ہی کی وجہ سے ہے حدیث قدسی میں ہے کہ لا یسعنی ارضی وسمائی ولکن یسعنی قلب عبدی المؤمن مجھ تک تو میری زمین پہنچتی ہے اور نہ میرا آسمان۔ لیکن مجھ تک میرے بندہ مومن کا قلب پہنچتا ہے۔ اس میں اشارہ ہے اس طرف کہ وہ انسان کے سر میں ہے الذات والوجود۔ ورنہ انسان کے سر میں بالاسم والصفات۔ فافہم فافہم فکن من الشاکرین ولا تکن من الغافلین۔ الحمد للہ رب العالمین۔

حضرت صادق فرماتے ہیں کہ ... قلب کو ... ہو ... نقصان پہنچے ... امت کی باعث ہو ... جو ... کے دروازے بند کریں یعنی طہارت اختیار کریں۔

## طہارت کی چار قسمیں ہیں

اوّل طہارت بدن ولباس نجاست ظاہری سے۔ کیونکہ نجاست ظاہری ... دوری کی موجب ہے ان عبادات میں کہ جو مشروط بالطہارت ہیں۔ دوم طہارت اعضا ... مثلاً تیری آنکھ نامحرم پر نہ پڑے۔ تیرے ہاتھ سے کسی بیگانہ کو رنج نہ پہنچے۔ سیوم طہارت باطن

کہ اوصاف ذمیمہ و صفات رذیلہ سے تیرا باطن پاک ہو۔ جبتک ایسا نہ ہوگا قرب حق سے محروم رہیگا۔ چہارم طہارت سر۔ کہ غیر حق کو دل میں جگہ نہ دیں۔ کیونکہ دل مومن حرم خدا ہے۔ اور حرم خدا میں غیر خدا کا داخل ہونا حرام ہے۔ اے داؤد خوشخبری اور بشارت دے گنہگاروں کو کہ میں غفور رحیم ہوں۔ اور صدیقوں کو ڈرا کہ میں غیور ہوں۔

## علم معرفت اور مغالطات میں آدمیونکی چار قسمیں ہیں

قسم اوّل توحید میں کہ لوگوں نے توحید سے انکار کیا۔ مثل دہریہ و معطلہ و مشبہ و ملاحدہ کے۔ قسم دوم ادیان میں۔ کہ لوگوں نے انبیاؑ کو نہ پہچانا۔ مثل یہود و نصاریٰ و ترسا کے۔ قسم سوم مذاہب میں کہ لوگوں نے ائمہ ہدیٰ کو نہ پہچانا۔ مثل بہتر فرقۂ امت محمدیؐ کے۔ قسم چہارم لفظ میں۔ کہ لوگوں نے ایک دوسرے کی اصطلاحات کو نہ پہچانا۔ مثل اسکی کہ لفظ صبح کے عرفاً کچھ معنی ہیں۔ اور نجومیوں کی اصطلاح میں کچھ اور۔ صوفیوں کی اصطلاح میں کچھ اور۔ محدثین کی اصطلاح میں کچھ اور۔ حالانکہ حقیقت سب کی ایک ہے۔ سُنیوں نے **احکام ثمانیہ** قرار دئے ہیں۔ فرض۔ واجب۔ حلال۔ حرام۔ سُنت۔ مستحب۔ مکروہ۔ مباح۔ اور شیعہ کے یہاں **اقسام اربعہ**۔ مکروہ ترک جس کا مرغوب بلا توعید ہے۔ حرام جس پر ذم و عذاب ہو مستحب جس کے کرنے پر مدح و ثواب ہو۔ اور نہ کرنے پر ذم و عذاب ہو۔ واجب جس کے کرنے پر مدح و ثواب اور نہ کرنے پر ذم و عذاب ہو۔ **اصل ہر چیز اباحت ہے** جبتک کہ شارع کی طرف سے اس پر کوئی حکم نہ لگایا جائے۔ وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَابَّةٍ مِّن مَّاءٍ فَمِنْهُم مَّن يَمْشِي عَلَىٰ بَطْنِهِ وَمِنْهُم مَّن يَمْشِي عَلَىٰ رِجْلَيْنِ وَمِنْهُم مَّن يَمْشِي عَلَىٰ أَرْبَعٍ۔ پ ۱۸ ع ۱۲۔ خدا نے ہر جانور کو پانی سے پیدا کیا ہے۔ پس کوئی ان میں سے پیٹ

کے بل چلتا ہے۔ کوئی دو پاؤں پر چلتا ہے۔ کسی کی چار ٹانگیں ہیں۔ ہر مچھلی جس کے **فلوس** یعنی چھلکے ہوں حلال ہے باقی حرام۔ ہر چوپایہ جو **جگالی** کرے حلال ہے باقی حرام۔ ہر پرندہ جسکا **حوصلہ** یعنی پوٹہ ہو حلال ہے باقی حرام۔ ہر ماکول اللحم کا **انڈہ** ہو یا **دودھ** حلال اور غیر ماکول اللحم کا حرام۔ **انڈہ** جس کے دونوں سرے برابر ہوں ایک دوسرے کے حرام۔ اور ایک سرا موٹا ہو اور دوسرا باریک ہو تو حلال۔ **دودھ** دوہتے وقت اگر اس کا رنگ دھوئیں کا ہے حلال۔ ورنہ حرام۔

**ہر چیز** طاہر ہے جب تک کہ اس کی نجاست کا علم نہ ہو۔ جنکے یہاں حلت وحرمت کی شناخت کا کوئی قاعدہ ومعیار نہیں وہ باطل محض پر ہے پارہ ۲ رکوع ۵ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ الخ پارہ ۶ رکوع ۵ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ الخ پارہ ۸ رکوع ۵ قُلْ لَّآ اَجِدُ فِيْمَآ اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗٓ اِلَّآ اَنْ يَّكُوْنَ مَيْتَةً الخ پارہ ۱۴ رکوع ۲۱ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ الخ۔ خلاصہ ان آیات کا یہ ہے کہ کسی کھانے والے پر چار چیزیں حرام ہیں۔ ۱ میتہ ۲ گوشت خنزیر۔ ۳ دم مسفوح۔ ۴ جو غیر خدا کے لئے ذبح کیا جائے جیسے جھٹکا۔ **میتہ** کا کھانا فساد بدن وآفت بدن۔ اور حماقت وسفاہت پیدا کرتا ہے **خون** قساوت قلب۔ قلت رحمت۔ بوئے بد۔ بد خلقی لاتا ہے۔ **لحم خنزیر** کی تاثیر بے غیرتی و دیوثی ہے **جھٹکا** شرک کا چٹکا۔ فرق میان حلال وحرام نہیں رہتا۔ جن وجوہات پر یہ چار چیزیں حرام ہیں۔ ان میں سے کوئی ایک وجہ جس چیز میں پائی جائیگی وہ حرام ہے۔ **مچھلی** پانی سے زندہ نکلے اور مسلمان کے ہاتھ میں مرے تو حلال ورنہ حرام۔ اور یہی اس کی **ذبح** ہے۔ خون جمندہ والے حربہ کے ساتھ حلقوم کی طرف سے ذبح کئے جائینگے۔ جیسے بکری۔ گر اونٹ کو نحر کیا جائیگا۔ **جراد** یعنی ٹڈی کا حکم حکم ماہی ہے۔ ان دونوں کی اصل بھی ایک ہے۔ اگر مچھلی کا انڈہ خشکی میں آجاوے اور اس سے بچہ پیدا ہو تو ٹڈی ہے۔ اور ٹڈی کا انڈہ پانی میں چلا جاوے اور اس سے بچہ پیدا ہو

تو پچھلی سے سب جانتے ہیں کہ التقاء ساکنین محال ہے یعنی دو ساکن اکٹھے نہیں آسکتے۔ پس جمع
بین الاختین کیونکر ہو سکے کہ **وہ بہنیں** ایک وقت میں نکاح میں آسکیں۔ **مال** حرام ہوتا
ہے۔ خواہ وہ بخشش والی والدہ ہو۔ یا [illegible] ہو۔ یا [illegible] ہو۔ یا پیشوائے دین کی نذر ہو۔ پس
تعمیہ یعنی [illegible] ۔ [illegible] [illegible] فہم تدبر و فہم معرفت کا نام
**صواب** ہے [illegible] **ثواب** ۔ [illegible] کا نام **خطا** ہے ۔ غلط
کو [illegible] **عذاب** ہے۔ یعنی نعمت [illegible] سے نیچے [illegible] ۔ انزل من السماء
ماء طہورا [illegible] ۔ [illegible] یعنی چھوڑو [illegible] اور [illegible] کے
اوپر کی طرف سے [illegible] ڈالو ۔ [illegible] اوپر کی طرف سے۔ [illegible]
کا [illegible] نیچے کو آؤ ۔ اور [illegible]
نکلیں سے [illegible] ۔ [illegible] جو کچھ بھی کرو [illegible] فرمان شارع اور [illegible]
میں [illegible] نہیں ہوتی [illegible] ۔ [illegible] ہو۔ [illegible]
نہیں ہو سکتی [illegible] ۔ [illegible] ہو [illegible] ہوتی ہے [illegible] عمل [illegible]
[illegible] ہو۔ اور [illegible] جمع [illegible] [illegible] تو
معنی [illegible] ہو جاتے [illegible] ۔ [illegible] جمع [illegible] مقصد [illegible]
ہو [illegible] اگر [illegible] ہو جائے [illegible] ۔ [illegible] التمام لغت
ہو [illegible] البلاغة [illegible] ۔ [illegible] **ایمان** [illegible] پاک کرنے کے لئے۔ **نماز**
کو کبر و رعونت سے [illegible] کرنے کے لئے۔ **زکوٰۃ** کو رزق کو سبب پیدا کرنے کے لئے۔ **روزہ** کو
[illegible] ۔ **حج** کو تقویت [illegible] کے لئے۔ **جہاد** کو [illegible] کے لئے۔ **امر بالمعروف**
کو اصلاح [illegible] ۔ **نہی** [illegible] ۔ [illegible] کے لئے۔ **قصاص** [illegible] عوان و

انصار کے لئے۔ **قصاص** حفاظت خون کے لئے۔ **حدود** کا قائم کرنا تعظیم محرم کے لئے۔ **ترک شرب خمر** عقل کے بچانے کے لئے۔ **چوری** سے اجتناب پاکدامنی کیلئے۔ **ترک زنا** حفاظت نسب کے لئے۔ **ترک لواطہ** زیادتی نسل کے لئے۔ **ادائے شہادت** منکرین کو مغلوب کرنے کے لئے۔ **ترک کذب** راستی کی شرافت کیلئے۔ **صلح** خوف سے امن میں رہنے کے لئے۔ **امامت** انتظام امت کے لئے **اطاعت** تعظیم امامت کیلئے۔ **امامت عہد خدا ہے** لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ پ ۱ ع ۱۵۔ **اَلظُّلْمُ** وَضْعُ الشَّيْءِ فِي غَيْرِ مَوْضِعِهِ۔ چیز کا ٹھکانہ نہ رکھنے کی جگہ ظلم ہے۔ آیہ وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللّٰهِ فَأُولٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ پ ۲ ع ۱۳ جس نے حدود خدا سے تجاوز کیا وہ ظالم ہے۔ ظلم کی تین قسمیں ہیں۔ ظلم لنفسہ اس ظلم کی بخشش ممکن ہے۔ ظلم لغیرہ یہ ظلم قابل معافی ہے بشرط استغفار۔ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ پ ۲۱ ع ۱۱ یہ ظلم ہرگز بخشا نہیں جائیگا۔ امام وہی ہوسکتا ہے جو ہر قسم کے ظلم سے بری ہے۔

## کفر کی چار قسمیں ہیں

کفر انکار یعنی معرفت خدا نہ رکھنا۔ جیسے زنادقہ ملاحدہ و دہریہ۔

کفر جحود۔ دل سے تو خدا کا معتقد ہو مگر زبان سے معترف نہ ہو۔ جیسے ابلیس فَلَمَّا جَاءَهُمْ مَا عَرَفُوا كَفَرُوا بِهِ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكَافِرِينَ پ ۱ ع ۱۱

کفر عناد۔ اپنی جگہ دل سے معتقد اور زبان سے معترف بھی ہے مگر بوجہ عناد تسلیم نہ کرے جیسے خوارج يَعْرِفُونَ نِعْمَتَ اللّٰهِ ثُمَّ يُنْكِرُونَهَا وَأَكْثَرُهُمُ الْكَافِرُونَ (پ ۱۴ ع ۱۶) کفر نفاق سے

بر زباں لا الٰہ الا اللہ — دل میں سب کفر و شرک پنہانی
حق میں آلِ نبیؐ کے منبر پہ — بیٹھے جھک مارتے ہیں مروانی

جو چیز کہ ثابت ہو چکا ہے کہ دین سے نہیں ہے اس کا اعتقاد رکھنے والا کہ وہ دین سے ہے اور موجب قربِ الٰہی ہے **بدعتی** ہے۔ جیسے کہ نمازِ تراویح۔

واجب ہے کہ **کلامِ شارع کو محمول** بر اصول معقولہ و قواعد منضبطہ غیر مختلہ کرے۔ نہ یہ کہ جو کچھ اپنے وہم و توہم میں آیا وہی دھر دبایا۔ نبی صلی اللہ فرماتے ہیں کہ **شریعت** میرے اقوال ہیں۔ **طریقت** میرے افعال ہیں۔ **حقیقت** میرا احوال ہے۔ **معرفت** میرا راس المال ہے **عقل** میرے دین کی اصل ہے۔ **حُبّ** میری اسس ہے۔ **شوق** میرا مرکب ہے۔ **خوف** میرا رفیق ہے۔ **علم** میرا اسلاح ہے۔ **حلم** میرا مصاحب ہے۔ **توکل** میرا زاد ہے۔ **قناعت** میرا خزانہ ہے۔ **صدق** میری منزل ہے۔ **یقین** میرا ماویٰ ہے۔ **فقر** میرا فخر ہے اور اسی کی وجہ سے میں تمام انبیاءؑ و مرسلینؑ پر فخر کرتا ہوں۔ اے عزیز شریعت۔ طریقت۔ حقیقت ایک ہی حقیقت پر اسماء صادقہ ہیں اور وہ حقیقت حقیقت شرع محمدیؐ ہے جو باعتبار مقامات ان مختلف ناموں سے پکاری جاتی ہے۔ بادام پر ایک چھلکا ہوتا ہے۔ اس چھلکے کے اندر ایک اور سخت چھلکا ہوتا ہے اسکے اندر مغز۔ اور مغز میں اثر مؤثر جس کا نشان محسوس نہیں ہے بلکہ وہ معقول ہے جس سے انکار نہیں ہو سکتا۔ اوپر کا چھلکا قشر ہے۔ قشر کے نیچے لب۔ لب کے اندر لب اللب۔ قشر ظاہر۔ لب باطن۔ لب اللب باطن الباطن۔ اور بادام جامع الکل۔ ظاہر شریعت ہے باطن طریقت ہے۔ باطن الباطن حقیقت ہے۔ **صلوٰۃ** خدمتِ معبود ہے۔ قربتِ معبود ہے وصلتِ معبود ہے۔ خدمت مرتبۂ شریعت ہے۔ قربت مرتبۂ طریقت۔ وصلت مرتبۂ حقیقت۔ اور

اسم صلوٰۃ جامع الکل ہے۔ شریعت یہ ہے کہ تو معبود کی عبادت کرے۔ طریقت یہ ہے کہ اس کے حضور میں حاضر ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ تو اُسے مشاہدہ کرے۔ شریعت یہ ہے کہ تو اُس کے امر کو قائم کرے۔ اور طریقت یہ ہے کہ تو اُس کے امر کے ساتھ قائم ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ تو اُس کے ساتھ قائم ہو۔ اقوال وہ ہیں کہ جن کا قائم کرنا واجب ہے۔ افعال وہ ہیں کہ جن کے ساتھ قائم ہونا واجب ہے۔ اور اقوال و افعال وہ ہیں کہ تو اُن کے ساتھ متصف ہو۔ شریعت علم الیقین ہے۔ طریقت عین الیقین۔ حقیقت حق الیقین ہے۔ شریعت اسلام ہے۔ طریقت ایمان ہے۔ حقیقت ایقان ہے۔ پس شریعت قول انبیاؑ و رسلؑ و اولیاؒ کی تصدیق ہے۔ اور اُس کے موجب عمل طاعت و انقیاد ہے۔ اور طریقت اُن کے افعال کے ساتھ متحقق و متصف ہونا۔ اور عملاً علماً اُس پر قائم ہونا اور حقیقت اُن کے احوال و مقامات کا مشاہدہ کرنا کشفاً و ذوقاً۔ اور حال و وجد میں اُس پر قائم ہونا۔ جب مراتب شریعت و طریقت و حقیقت طے ہوں تو آگے معرفت ہے۔ بادام کا قشر و لب و لب اللب تو سب محسوس مگر جس کا یہ ثمر ہے جس کے لئے ہم نے قشر اُتارا۔ لب ہٹایا۔ لب اللب نکالا۔ وہ محسوس نہ ہوا۔ اور حالانکہ تاثیر اُس کی ثابت و معلوم۔ معلوم ہوا کہ وہ محسوس نہیں معقول ہے۔ اور اس کا انکار غیر معقول۔

اے عزیز نہایات صحیح نہیں ہو سکتے مگر بہ بدایات۔ یہ کیا بوالعجبی ہے کہ حروف ابجد الف۔ ب۔ ت۔ سے تو مس تک نہ ہو اور ادعا و دعویٰ یہ کہ مجھے کتاب کامل پر عبور ہو چکا ہے۔ بس لِمَنِ المُلک۔ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔ شریعت حضرت رسالت سے ہے۔ طریقت حضرت نبوت سے۔ اور حقیقت حضرت ولایت سے۔ اور ولایت عہد خدا ہے اَلَّذِیْنَ یَنْقُضُوْنَ عَھْدَ اللّٰہِ مِنْ

بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَ
يُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ (پ ۱ ع ۳)
جو لوگ کہ عہد خدا کو بعد اس کی مضبوطی کے توڑتے ہیں۔ جیسا کہ حارث بن نعمان فہری نے غدیر والے واقعہ کے متعلق کیا۔ اور جس چیز کے ملانے کا حکم خدا نے فرمایا ہے اس کو قطع کر ڈالتے ہیں۔ جیسا کہ محمد و آل محمد کے درمیان تفرقہ ڈالی۔ اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں۔ جیسا کہ دشمنان محمد و آل محمد نے پھیلایا۔ وہی لوگ ہیں زیاں کار۔ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ وہی لوگ ہیں جن کے لیے لعنت ہے۔ اور ان کے واسطے سختی اور برائی ہے آخرت کے گھر کی۔ جو لوگ عہد خدا کو توڑنے والے ہیں وہی آیات خدا کی تکذیب کرنے والے ہیں۔ **آیت** کے معنی ہیں نشانی کے۔ اور سب سے بڑی آیت رسول و وصی و نبی ہیں۔ قرآن مجید کی عادت ہے کہ اس کی جس آیت میں لفظ آیت اور لفظ کذب کے مادہ سے کوئی لفظ اکٹھے آئے ہیں تو آیت کے معنی رسول و وصی و نبی و ولی کے ہیں۔ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْمُجْرِمُوْنَ (پ ۱۱)
پس کون ہے زیادہ تر ظالم اس شخص سے جو خدا پر جھوٹ باندھے یا نبی و ولی کی تکذیب کرے۔ بیشک مجرم ٹھکانا نہیں پائیں گے۔ ظلم وہ فعل قبیح ہے کہ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ (پ ۱۲ ع ۲) **فعل قبیح** وہ ہے کہ جس کا فاعل مستحق ذم و عقاب ہو۔ اور **فعل حسن** وہ ہے کہ جس کا فاعل مستحق ذم و عقاب نہ ہو۔ ہر وہ چیز جو موجب قرب باری ہے **حسنہ** ہے۔ اور ہر وہ چیز جو موجب بعد از باری ہے **سیئہ** ہے پس در اصل حسنہ قرب باری اور سیئہ بعد از باری ہے۔ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا

حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ (پ ۲ ع ۹) اے ہمارے پروردگار ہم کو دنیا میں بھی حسنہ دے اور آخرت میں بھی حسنہ دے اور بچا ہم کو جہنم کی آگ سے۔ حدیث قدسی میں ہے کہ اے میرے بندے میں نے اشیاء کو تیرے لئے پیدا کیا ہے۔ اور تجھے اپنے لئے۔ اور میں نے دنیا تجھے بالاستحسان دی ہے اور آخرت بالایمان۔ باطل پر ہے وہ شخص جو خدا سے دنیا کو نوابا مانگتا ہے۔ اور پھر شہرت دنیا کو حسنہ جانتا ہے۔ دنیا ایسی تدبیریں جو پروردگار عالم بالاستحسان دے اور اس کو مزرعۃ الآخرۃ جانیں۔ ورنہ دنیا منظرۃ الآخرۃ ہے۔ مومن کا قید خانہ اور کافر کی جنت ہے۔ امیر المومنینؑ نے اسے تین طلاق دئیے ہوئے ہیں۔ دنیا ملعون ہے۔ اسکی محبت کل خطیات کی جڑ ہے۔ دنیا مردار ہے اور اس کا مانگنے والا کتا۔ اَلدُّنْيَا حَرَامٌ عَلٰى اَهْلِ الْاٰخِرَةِ. وَالْاٰخِرَةُ حَرَامٌ عَلٰى اَهْلِ الدُّنْيَا وَ هُمَا حَرَامَانِ عَلٰى اَهْلِ اللّٰهِ اہل آخرت نہیں مانگتے۔ دنیا مانگنے والوں کو آخرت میں کچھ حصہ نہیں ہے۔ بقولہ تعالیٰ۔ فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَاۤ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ (پ ۲ ع ۹) پس لوگوں میں سے جو کہتے ہیں پروردگارا ہم کو دنیا میں دے۔ اور آخرت میں ان کے لئے کوئی حصہ نہیں۔

جناب امیر المومنینؑ فرماتے ہیں کہ ایک قوم نے عبادت کی خدا کی از روئے رغبت۔ سو یہ عبادت تجار ہے اور ایک قوم نے عبادت کی خدا کی از روئے خوف۔ سو یہ عبادت غلاموں کی ہے۔ اور ایک قوم نے عبادت کی خدا کی از روئے شکر سو یہ عبادت احرار کی ہے۔ اور فرمایا کہ بار الٰہا میں نے تیری عبادت نہیں کی ہے نہ

کہ تیرے جہنم سے ڈرتا ہوں - اور نہ اس لئے کہ تیری جنت کی طمع رکھتا ہوں - بلکہ اس لئے تیری عبادت کی کہ تو سزاوار اسی کے ہے کہ تیری عبادت کی جائے - اور رسول اللہؐ فرماتے ہیں کہ مَا عَرَفْنَاكَ حَقَّ مَعْرِفَتِكَ وَمَا عَبَدْنَاكَ حَقَّ عِبَادَتِكَ کیونکہ لَيْسَ لِلْعَارِفِ دَعْوٰی وَلِلْمُحِبِّ شَكْوٰی - عارف کے لئے دعویٰ نہیں ہے اور محب کے لئے شکوی نہیں ہے - پھر عارف معرفت و عبادت کا معاوضہ کیوں مانگے اور معاوضہ بھی کیا شہرتِ دنیا - لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ - دنیا دنی ہے - اس کے نام ہی سے ظاہر ہے - كُنْ فِي الدُّنْيَا كَالسَّمَكِ فِي الْمَاءِ - دنیا میں ایسے رہو جیسے مچھلی پانی میں - دنیا کتاب اللہ ہے - جو مجھے مطالعہ و عبرت کے لئے دی گئی ہے - نہ کہ تیرے لئے خلد بنائی گئی ہے - قرآن مجید کی عادت ہے کہ اس میں جہاں کہیں لفظ "کتاب" کی اضافت و انتساب اسم ظاہر "اللہ" کی طرف آئی ہے یعنے "کتاب اللہ" اس سے مراد دنیا ہے - قولہ تعالیٰ لَقَدْ لَبِثْتُمْ فِي كِتَابِ اللهِ اِلٰى يَوْمِ الْبَعْثِ (پ ۲۱ ع ۶) تم دنیا میں قیامت تک رہے ہو - **کتاب عزیز** خود قرآن مجید - **کتاب حفیظ** لوحِ محفوظ - **کتاب مرقوم** سجین و علیین - **کتاب مکنون** قلب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم **کتاب مستبین** تائیدِ الٰہی - **کتاب منیر** و **کتاب قیم** برہان عقل و حجتِ محکم - اگر تنزیل و نزول کتاب مذکور بباب تفعیل ہے مثلاً وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ (پ ۱۴) تو تمام مراد قرآن مجید ہے - نہ غیر قرآن - اور اگر ماسوائے باب تفعیل کسی اور باب سے تنزیل و نزول کتاب کا مذکور ہے تو کتاب سے مراد سوائے قرآن کوئی اور کتاب ہے - جہاں پر ایتائے کتاب

کا مذکور بصیغۂ معروف ہے مثلاً وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَی الْکِتٰبَ (پ ش ) وہاں
انبیاءؑ و ائمہؑ معصومین مراد ہیں۔ اور جہاں کہیں بصیغۂ مجہول ہے مثلاً اَلَّذِیْنَ
اُوْتُوا الْکِتٰبَ (پ ۱۲)۔ وہاں غیر معصوم مراد ہیں۔ اور جس جگہ لفظ " نصیب "
بھی کتاب کے ساتھ آیا ہے وہاں منافقین وظاہر الاسلام مراد ہیں۔ وررثۂ کتاب میں
جہاں کہیں اَوْرَثْنَا الْکِتٰبَ فرمایا ہے وہاں وہ لوگ مراد ہیں جن کو حق تعالیٰ نے
تفضلاً وارث کتاب بنایا ہے اور وہ وارث جائز ہیں۔ باقی سب جگہ وارثانِ ناجائز
فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَّرِثُوا الْکِتٰبَ (پ ۹ ۱۱) وارث جائز
ائمہ ہدیٰ ہیں۔ اور وارثانِ ناجائز ائمۃ الکفر۔

اے عزیز کتاب وہ شئے ہے جو ذریعہ ہوتی ہے کسی شخص کے اظہار خیالات اور
اعلان منشا اور اشتہار کمالات کا۔ صاحب کتاب " ہمارے مُرتضیٰ کی شان "
نے جو کچھ معنی کتاب لکھے ہیں بالکل صحیح و درست ہیں۔ مگر جو جان بوجھ کر نہ سمجھے اُس کا
علاج کیا۔ مثل مشہور ہے اندھے کو راہ بتانے کے بعد آنکھیں دینی ہوتی ہیں۔ نسخ
جائز ہے۔ اور وہ اوقاتِ مختلفہ میں خدا کی طرف سے احکامِ شرعیہ میں تغیر رہے۔
جیسے کہ دوسرے پارہ کے شروع ہی میں تحویل قبلہ کے مسئلہ سے ظاہر ہے۔ لفظ
اَلسَّاعَۃ معرّف باللام قرآن مجید میں جہاں کہیں آیا ہے اُس سے مُراد
روزِ قیامت ہے خواہ وہ قیامتِ کبریٰ ہو کہ جس میں جمیع خلائق کا حشر ہے یَوْمَ
نَحْشُرُهُمْ جَمِیْعًا (پ ۹) اور خواہ قیامتِ صغریٰ ہو کہ جس میں بعض
مخلوق کا حشر ہو یَوْمَ نَحْشُرُ مِنْ کُلِّ اُمَّةٍ فَوْجًا (پ ۲۰) پارہ ۲۵
رکوع ۱۲ میں ہے کہ وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ عیسیٰ بن مریمؑ سلامتٌ لشانی

ہیں قیامت کی۔ یہ قیامت صغریٰ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ آسمان سے نازل ہونگے۔
اور جناب امام مہدیؑ کے پیچھے نماز بجالائیں گے۔ اور ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ پر نماز
کا بجالانا اسی وقت تک ہے کہ جب تک وہ زندہ رہیں نہ بعد موت چنانچہ آیہ وَ
اَوْصَانِیْ بِالصَّلٰوۃِ وَالزَّکٰوۃِ مَا دُمْتُ حَیًّا رپ ۱۶ ع ۵، اور جو کوئی
قیامت کا وقت مقرر کرتا ہے جھوٹا ہے۔ قیامت کا وقت سوائے خدا کے
کوئی نہیں جانتا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَ
صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہِ الطَّاھِرِیْنَ وَ
جَمِیْعِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمَلٰئِکَۃِ وَالْمُؤْمِنِیْنَ ختم ہوا

حصہ اول کتاب آغاز و انجام کا اور اگر تائید ایزدی شامل حال رہی تو انشاءاللہ
حصہ دوم بھی عنقریب ہدیہ ناظرین ہو گا۔

بندہ بارگاہِ لم یزلی حافظ سید ذوالفقار علی شاہ
ساکنہ جلال پور جٹاں۔ ضلع گجرات پنجاب مورخہ یکم فروری ۱۹۳۹ء

تمام شد

میں نے حق تصنیف کتاب ہذا کا جناب حکیم سید ہاشم علی شاہ صاحب
جیلانی مدظلہ کو ہبہ کیا۔ میرا یا کسی اور کا اس کتاب کے نفع یا تجارت
سے کوئی مقصد یا تعلق نہیں
ذوالفقار علی شاہ بقلم خود ۱۹۳۹ء

جمیل احمد مصور قلم چوک چونی منڈی لاہور





# جنسیات کی نادر و نایاب کتب

[illegible]

